U35949. 19.12.0

Title - NATURAL SHAYARI

Creator - Murattib Munshi Safdar Ali Safdar Mirzapuri.

Publisher - Mahadev Parshad Tajir Kutb Publisher (Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 56.

Subjects - Urdu Shayari - Intikhab - Nazme

نیچرل شاعری

مشاہیر شعراء ہند کی عجیب نیچرل نظموں کا نادر مجموعہ جس کے

ایک ایک مصرع سے فطرت کا مرقع آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے

مرتبہ

مشہور سخنور جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزا پوری

مہادیو پرشاد تاجر کتب (پبلشر) لکھنؤ

مرقع ادب کا دوسرا ایڈیشن

ادب اردو کے بہرور حضرت صفدر مرزاپوری نے یہ کتاب تالیف نہیں فرمائی بلکہ ادبی دنیا پر ایک بڑا احسان کیا ہے اس کتاب میں اُن مشہور انشاپردازوں اور محقق استادوں کے دلچسپ اور پر از معلومات خطوط فراہم کئے ہیں جنکی زبان زمانہ موجودہ اور زمانہ گذشتہ متصلہ میں مستند مانی گئی ہے خطوط بھی وہ ہیں جو اعلیٰ خیالات کے علاوہ زبان اور محاورات کی جان ہیں ہر خط اپنے انداز اور اپنے رنگ کے لحاظ سے عجیب شان رکھتا ہے استادوں کی جدا جدا طرز تحریر یہ بتا رہی ہے کہ اردو زبان کس قدر شیریں ہے اور اسمیں کسقدر وسعت ہے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک مجسم ادیب ہے جس کے مطالعہ سے انشاپردازی کا سلیقہ اور خطوط نویسی کا پورا پورا سبق حاصل ہو جاتا ہے کاغذ اور لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے شائقین زبان اردو کو درخواست خریداری جلد بھیجنا چاہیے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار نہایت بے چینی سے کرنا پڑیگا قیمت عام (عہ) طلباء کیلئے ۱۲/

ملنے کا پتہ

مہادیو پرشاد تاجر کتب امین آباد لکھنؤ

نیرنگ شاعر

غزل تمنا

[illegible] جہاں [illegible] اٹھا کر
فلک نے محروم ہو کر رکھا ہے [illegible] بنا کر

[illegible] کسی کے نقش قدم [illegible] بنا کر
کبھی بنایا مٹا مٹا کر کبھی مٹایا بنا بنا کر

[illegible] سے [illegible] وحشت [illegible]
کہاں سے خاک [illegible] ہے [illegible]

یہ بخت [illegible] کامیابی [illegible]
کبھی [illegible] کبھی بٹھایا [illegible]

غضب کیا [illegible] ستم کیا [illegible]
جھکے [illegible] نامرادی امید کے بام پر [illegible]

کبھی [illegible] قیامت [illegible] فلک [illegible]
چلے ہیں آرزو کے خرمن [illegible] بجلیاں [illegible]

یہ شان [illegible] ہے کہ نام کیا ہو [illegible]
اڑا دیا [illegible] جہاں سے [illegible]

گزر گئے دن [illegible] ہی راتیں
کہ دل کو [illegible] کر جگر کو تھاما دبا دبا کر

[illegible] ہمنفس [illegible] دل [illegible] زبان [illegible]
[illegible] زیر دامان [illegible]

[illegible] اعمال [illegible]
کہتے ہیں [illegible] آشیانہ ہوا ہے [illegible]

[illegible] گردش [illegible]
وہ دن گئے [illegible] بہار [illegible]

[illegible] خطر [illegible]
[illegible] مصلحت [illegible] زباں [illegible]

[illegible] آتش [illegible] دل میں
[illegible] آتش [illegible] چمن میں

ہمارے حال زبوں سے ہر دم ہیں ہنس رہے اللہ باغ و بلبل
کہ شبنم نرگس سے بھی ہوئے ہیں سرشک شبنم رواں چمن میں

خفا ہیں ہم اپنی زندگی سے خوشی آئیں کیا ہمیں ہم کو
کہ غنچہ خندہ لب ہے باد صبا کی اٹکھیلیاں چمن میں

خدا کی مار اے سیاہ بختی بتا تو اب کیا کھلا نہ ہم کو
کہ نغمہ پیرا ہیں عندلیبیں غزل سرا قمریاں چمن میں

کسی کی امید یں نہ ڈالتے کسی کی تقدیر یں نہ چھوٹے
قفس سے جب ہم اسیر چھوٹے تو آئی فصل خزاں چمن میں

بالتفاتے کہ دیگر چو شنود داستان ما را
نوازے برق خاطف اکنون پہ شعلہ آشیاں ما را

نہ پوچھ اے ہمنشیں کہ جور فلک سے کیا جان پر بنی ہے
کہ دن کو بے آرام رنج فراقی تو رات کو شغل جانکنی ہے

رفیق کیونکر نہیں نہ صدمے مصیبتیں ہوں گی نیں موتی
کہ بے آرام کو عداوت خوش خیالی کو دشمنی ہے

نہ زور ستاد شہسوار ہمکو ضعیف عاجز شکستہ پا ہیں
کیا ہے آگے ہمیں جو ابھی غافل ہے آخر شکستنی ہے

اگی کیوں آج تک نہ آیا ہماری حالت میں کچھ تغیر
کہ وقت جو ہے گذشتنی ہے زمانہ جو ہے رفتنی ہے

کیا دم خنجر حوادث نے ذبح یوں ہے در بغل ہمکو
کہ طائر روح شکوہ سنج ہائے ذنب تپکتنی ہے

جو ہے محبوب زندہ سے ہیں سب ہے کچھ لطف زندگی کا
نثار زندہ دلی ہی خاک ہوں ہم کہ چھائی پیری پہ سرخی ہے

ہے آگ لگا کر شغل اشک بھی تو دل میں ہو ذرا الٹی تیری
جو ایک جانب ہوا بپا ہے تو اک طرف آتش لگی ہے

ہمیں اگر خاک پر گرایا تو اے فلک تو نے کیا گرایا
ہمارا شیوہ ہے خاکساری نیاز مندی فروتنی ہے

قمر بمحبے رسید اینک بہ معرض تہیدستی ما
ز رنگ خندہ پستی نمود غازہ روئے ہستی ما

ملک محی الدین قمر

پیام عشق

سن اے طلب گار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

نہیں ہے وابستہ زیر گردوں کمال شان سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
جہاں کا فرض قدیم ہے تو ادا مثال نماز ہو جا

دیا ہے خامو فقہ دل میں ایسا ستم کش درد جستجو ہو
کہ اپنے سینے میں آپ پوشیدہ صورت حرف راز ہو جا

نہ ہو قناعت شعار گلچیں اسی سے قائم ہے شان تیری
وفور گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا
جہاں میں مانند شمع سوزاں میان محفل گداز ہو جا

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی — فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا

بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جا

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ماتم آرزو

[illegible] تجھ پہ ہو ماتم آرزو — نالے خاطر شکن الامان آرزو

کو اے غریب خوردۂ نقش امید آہ — کیا کیا تری ہوس نے مجھے کیا تباہ

حاصل اس کے سوا [illegible] یقین کے سوا — افسوس [illegible] کی ترا مدعا

حسرت تری زندگانی کا [illegible] یہ جہاں — معلوم ہو رہا ہے ترا [illegible] ہر کمال

غفلت [illegible] عیش خیالی میں مست تھا — گو اضطراب جلوۂ جام الست تھا

منصوبے باندھتا تھا ہزاروں مگر کبھی — لے [illegible] عمل ایک دم نہ کی

اول تو خام [illegible] تری [illegible] — اور [illegible] کیلئے سب [illegible] یقین

آخر [illegible] نہ بات طلسم خیال کی — یعنی تھی طلب امر محال کی

معلوم کر سکا نہ تو [illegible] کبھی — وہ کون شے ہے جس کی ضرورت ہو تھی

مقصد [illegible] جہان میں آنے سے کچھ نہ تھا — بے [illegible] تو نے عمر گذاری ستم کیا

اے کشتۂ امید [illegible] کہ [illegible] ہے

[illegible] ہوں [illegible] ماتم یک شہر آرزو

[illegible] کلکتہ

کلام اکبر

[illegible] جو مجھ سے [illegible] — کہ فن شعر میں تو آج ہے بہت ممتاز

نگاہ [illegible] سے کوئی [illegible] حسین نہیں — زمانہ [illegible] تو [illegible]

کہا یہ میں نے جو ہے [illegible] حسن [illegible] کی — [illegible] ہے شعر [illegible] اور نگاہ نواز

[illegible] سے سایہ مری جان [illegible] کر [illegible]

ہر زمانہ اقبال ساز زیادہ ساز

غم جس کام کا انسان میں ہوتا ہے — یہ لازم ہے اسے چھوڑ دے اچھا
مری مدرسہ سے بگڑی ہی تو — ادشا یا ادھر نے سنورتے جوتا

عروسِ برشگال

وہ کہاں ہے؟ آہ وہ انداز ناز آفریں — اب وہ شوخی ہے نہ وہ نقش و نگارِ دل نشیں
اوڑھنی اودی اب گھٹاؤں کا وہ آنچل ہوا کہاں — اور وہ بجلی اب کہاں ہے وہ نقابِ شبنمیں
آسماں پر اب کہاں وہ ٹکڑے ابرِ سیاہ — وہ شبِ تاریک پر کہاں اب آہ وہ گلِ عنبریں
ملگجی سی اودے ساون کی گھٹائیں اب کہاں — ابھرے سینے پہ پپیہے کے وہ [illegible]
وہ سنہری اب کہاں بجلی کی وہ پائل پاؤں میں — اب کہاں پھر گھنگروؤں کی وہ صدائے دل نشیں
اب کہاں کوئل کے نغموں کی سریلی تان وہ — ہائے وہ دلکش ترانے ہیں کہاں اے نازنیں
نیلگوں سے کے وہ ٹکڑے آنکھوں میں کہاں — سرمگیں اودی گھٹائیں اب کہاں جیتے برس
کر رہی ہے [illegible] شب اب ارا ستہ — چھوٹے چھوٹے خوشنما تاروں کی افشاں جبیں

اب کہاں تیری ادائیں اے عروسِ برشگال
ہائے وہ دلکش فضائیں اے عروسِ برشگال

اب کہاں آنکھوں میں وہ مستی سہانی چتونا — اب کہاں وہ حیا تیری اب کہاں وہ شانِ حسن
اب کہاں پھولوں کا آنچل اب کہاں بادِ نسیم — اب کہاں وقتِ سحر وہ جنبشِ دامانِ حسن
اب جھکی وہ کہاں جو ہے کلیوں کی ادا — وہ کلیجے میں کہاں چبھتے ہوئے پیکانِ حسن
اب حسینوں کی کہاں ندیوں میں البیلی وہ چال — اب کہاں تھرتھری وہ کیفیت سیلانِ حسن
اب کہاں قوسِ قزح کی سرخی نارنجی وہ رنگ — ہائے وہ دن آسماں تھا جب نگارستانِ حسن
وہ بھی رت تھی کیا سہانی وہ بھی کیا پیارا سماں — خارِ صحرا آہ جب تھے نیچۂ مژگانِ حسن
آرہی ہر گل سے ہے بانگِ شکستِ رنگ و بو — افسوں گر تو نے توڑا آہ کیا پیمانِ حسن
جوشِ گل جوشِ نمو جوشِ جبیں جوشِ شباب — تیرے غم کے آہ چار دن تھے [illegible] حسن

لے گئی تو ساتھ اپنے آہ کیا کالی گھٹا
بادہ نوشوں کی ہے لب پر ہائے متوالی گھٹا

دکھلاتی ہے آہ اب اے ارمانِ بیقرار / تیرے نظارے کو وا ہیں دیدۂ اختر شمار
ہے رنگ رنگ میں بھری ہوئی ارغوانی [illegible] / کتنے دلکش آج ہیں [illegible] نقش و نگار
ہلکے ہلکے بادل سے بھرے پھولوں کی [illegible] / ابھرے سینہ پر جوانی کے وہ نورِ مشکبار
اُف وہ مستی [illegible] آئی ہوئی / جس طرح جوبن کی متوالی ہو چنچل کرتی نثار
اور وہی [illegible] / [illegible] کی قطار
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]
[illegible] / [illegible]
آہ [illegible] آجاتے ہیں جب / دل نکل پڑتا ہے [illegible] بے اختیار

[illegible] عروسِ برشگال
[illegible] عروسِ برشگال

سرور جہان آبادی

"تضمین حضرت مضطر بر غزل خود"

جب نہ سننے کے قابل ہے مرا حال بتر / ہو گیا روز کے صدموں سے کلیجا پتھر
ہو سکا جب نہ گوارہ غمِ ہجرِ دلبر / جی میں اک روز یہ آیا کہ برہمن بن کر

کوچۂ دیر میں چلیے پئے دیدارِ بتان

تاکہ پائے دلِ بیتاب کسی دم تو قرار / ورنہ ہو جائے گا اس رنج میں جینا دشوار
اور تدبیر یہی ہے پئے نظارۂ یار / پھیری والوں کی طرح کیجیے چکر دو چار

آہی جائیگا مقابل کبھی وہ آفتِ جان

نہ بھی آیا تو وہاں رہنے سے مٹ جائیگی آس / کچھ بہت دور نہیں کوچۂ دلدار سے پاس
اپنے گھر کا مجھے رہنا تو اب آتا نہیں راس / جی میں یہ بات سمائی تو کیا ترک لباس

رنگ بدلا صفتِ گنبدِ چرخِ گردان

اور پھر زیبِ گلو رشتۂ زنار کیا / یاد رہ رہ کے بتِ عیار میں پتھر ہو جا
اور کتھا کے لئے بھیس کیا ہندو کا / اپنی پیشانی پہ چندن کا لگایا ٹیکا۔

رام کا نام کیا آٹھ پہر وردِ زباں

لیکے برہمن طرف دیر بتاں منہ موڑا
جھوٹ سچ رشتۂ زنار سے رشتہ جوڑا
عشق کافر نے کیا زور جو تھوڑا تھوڑا
دین و ایمان کو اللہ کے اوپر چھوڑا

اور ہوئے جانبِ کنگے ستم شوخ رواں

بجلی کھینچ کے جب مجھکو تمنائے دلی
ایک سے ایک نظر آگئی صورت اچھی
بس اُسی حال میں اوپر جو مری آنکھ اُٹھی
دیکھتا کیا ہوں لبِ بام وہی رشکِ پری

جسکو میں ڈھونڈنے نکلا تھا گھڑی پریشان

دیکھتے ہی یہ ہوا حال کہ توبہ اللہ
لبِ خاموش نے سیکھی روشِ نالہ و آہ
میں یہ سمجھا کہ وہ تنہا ہے اٹھائی جو نگاہ
اور دو چار پری زاد تھیں اُس کے ہمراہ

کثرتِ عیش سے ہے خندہ زناں سیر کناں

کوئی چل پھر کے دکھاتی ہے نرالے انداز
اپنے آپس کی تھیں سب کو جوانی پہ ناز
ان میں معلوم تھا ہر ایک کو ہر ایک کا راز
میں نے یہ حال جو دیکھا تو لگائی آواز

میں برہمن ہوں بتا دیتا ہوں رازِ نہاں

اُن کے کانوں تلک آواز جو میری آئی
سب نے آپس میں کہا اسکو بلاؤ تو سہی
اُٹھ کے باعشوہ و انداز و ادا و شوخی
ایک اُن میں سے پکاری کہ ارے او چھیلا

ادھر آ کون ہے تو!! نام ہے کیا؟؟ گھر ہے کہاں؟؟؟

تجھسے کچھ پوچھیں گے ہم راز علی اے ماہر
دل بیتاب کو رہتی ہے کسی کی خاطر
چٹکیاں دل میں جو لیتا ہے اُسے کر ظاہر
سن کے یہ بات کہا میں نے کہ حاضر حاضر

اُٹھ گیا میں بھی سرِ بام وہ بیٹھی تھی جہاں

ہاتھ میں ہاتھ دیا عمر بتائی پہلے
زائچہ کھینچ کے پھر اور سب احوال کہے
سن چکی جب تو بڑے ناز سے سر موڑے
پوچھتی کیا میں کہ عاشق ہیں ہمارے کتنے

ان میں کس کو مرے ملنے کا ہے بہت ارمان

اپنے جی میں یہ کہا میں نے کہ اب مار لیا
آگیا جال پہ یاروں کے یہ چلتا پرزا
جی جلانے کیلئے اُس بتِ لاثانی کا
میں یہ بولا کہ اجی آپ پہ لاکھوں ہیں فدا

مختصر یہ ہے کہ دم دیتے ہیں سب اہلِ جہاں

آپ کے نام پہ مرتا ہے ہر اک فردِ بشر تذکرہ آپ ہی کا کرتے ہیں سب شام و سحر
تم سلامت رہو عاشق ہیں تمہارے گھر گھر ان میں بھی سب سے زیادہ جو فدا ہے تم پر
مظہر نام بتانے کا ذرا کہہ دوں جاناں

کہیں ایسا نہ ہو قسمت کا بھی ہو بدلا مفت دشوار ہو اس شہر میں رہنا میرا
پہلے یہ شرط ٹھہر جائے کہ پوچھا تھا سن کے یہ بات کہا اس نے کہ سچ سچ بتلا
اس کا کیا نام ہے کیا حال ہے کیا ہے جوان

جب کہا میں نے کہ ہاں حال سنو پھر بھی کہتا ہوں کہ ناراض نہ ہونا دیکھو
جب مگر یہ کہا اسنے کہ ہاں کہہ ڈالو تب تو میں نے بھی کہا طول ہے کیا جو ہو سو ہو
حال تھا اپنا سنا دوں کہ وہ خود ہے پریشان

چونکہ اس بات پہ اصرار تھا اس پہ یار پہلے میں نے بھی سنائے سخن پھر دیا
اور پھر طرز عجب سے دیا آواز جی کڑا کر کے کہا میں نے کہ لے بندہ نواز
ہے وہ مظہر صفت ماہی بے آب تپاں

ایک دنیا میں ترا عاشق صادق ہو وہی یوں تو مرتے ہیں ترے نام پہ کچھ جان سبھی
ایسی الفت بخدا میں نے نہ دیکھی نہ سنی نام سنتے ہی وہ جلی سی اٹھی میں جان گئی
تو وہی مظہر بدبخت ہے ہے پریشاں

کہہ کے یہ میری طرف جوش غضب سے دیکھا تیوریاں چڑھ گئیں لیکن اندام میں لرزہ آیا
اور اس گھڑی خوف کے مارے مجھے کچھ نہ پڑا اسکے منہ سے یہ نکلتا تھا کہ بس میں بھاگا
نہ زیادہ بیان کریں کون ہوں جاتا ہے گماں

خیر بھاگا تھا تو بھاگا تھا یہی موقع تھا وصل اس سے نہ ہوا تو نہ سہی لڑ تو لیا
یہ سب اک طرف رہا ہے یہ سر لکھا اور ستم اسپہ یہ لوٹا کہ دین میں بھولا
ختم ہے عشق کی یہ بھی ورق تاب و تواں

مظہر خیر آبادی

"جوگی"

صبح کو مطلع تاباں سے جب عالم پُر نور ہوا سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا

مستانہ پن سے گلشن بھی جھوم اٹھا تھا گلبن بھی ‌ ‌ ہر وادی وادی ایمن تھی ہر کوہ پہ جلوہ تھا
جب باد صبا مستانہ چلی پھر شاخ نہال طرب بھی ‌ ‌ شمشاد و چنار مستانہ بنے ہر سرو بھی جھومتا
سب شاخوں کے گانے گونج اٹھے پتا پتا جھوم اٹھے ‌ ‌ اشجار بھی وجد میں آنے لگے گلشن بھی
سبزے نے بساط بچھائی تھی اور ہر سو چھائی تھی ‌ ‌ یہاں بن میں گلشن میں آنگن میں فرش سجایا

تھا گلشن نظر فریب کیسا اور حال خیالی مستانہ
اس حال میں ایک پہاڑی پہ جا نکلا ناظر دیوانہ

پھولوں نے جھنڈے گاڑے تھے پربت پہ بہار چھائی تھی ‌ ‌ تھے خیمے جیسے بادل کے کہرے نے قنات لگا
پہلو پہ ندی کے ترشے گئے تھے پانی کے فوارے چلتے تھے ‌ ‌ جیسے سیماب اگلتے تھے نالوں نے دھوم مچا
یہاں ٹیکرے پہ بیٹھا تھا اک مست قلندر بیراگی ‌ ‌ تھی راکھ بدن پہ جوگی کے سادھو کا بھبوت
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر ‌ ‌ تھی ایک لنگوٹی زیب کمر گھٹنوں تک
سب سے بیگانہ وہ مست قلندر دیوانہ ‌ ‌ بیٹھا تھا جوگی مستانہ آنکھوں میں مستی چھائی

جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں اور جھک کر پھر سلام کیا
تب ہنس کر ناظر سے یوں بن باسی نے کلام کیا

کیوں بابا ناحق جوگی کو تم کس لئے آکے ستاتے ہو ‌ ‌ ہم پنکھ پکھیرو بن باسی تم جال میں آن پھنسا
کوئی جگ کا جنجال چھپاتی کا کوئی جھگڑا اگر ہے تو ‌ ‌ کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہم کو سنانے آ
ہم جس دنیا کو چھوڑ چکے اس نگری سے منہ موڑ چکے ‌ ‌ جو زنجیریں توڑ چکے تم لا کے وہی پہنا
تم جا کے جو دنیا کی ہم سیوا کرتے ہیں ساجن کی ‌ ‌ ہم جوت جگاتے ہیں من کی تم اس کو کیا سمجھا
سنسار سے یہاں منہ پھیر لیا ہے من ہی ساجن کا ‌ ‌ یہاں آنکھ لڑی ہے پریتم سے تم کس سے آنکھ لڑا

ہنس مست قلندر جوگی نے جب ناظر پہ عتاب کیا
کچھ دیر تو ہم خاموش رہے پھر جوگی سے خطاب کیا

جو ہم بھی پہلے سیلانی مست تھے طیش میں آ جوگی ‌ ‌ ہم آگئے تھے تو سمجھ کر دشن کو جیون پہ چل
آبادی سے منہ پھیر لیں ہم پربت میں کیا ہو گا دیا ہی ‌ ‌ ہر شکل میں جلوہ ہر منزل ہر دل میں ہے نور خدا
کیا مسجد میں کیا مندر میں سب جلوہ ہے وجہ اللہ کا ‌ ‌ پربت میں نگر میں ساگر میں ہر اترا ہے ہر جا
جی شہر میں خوب بہلتا ہے وہاں حسن پہ عشق مچلتا ہے ‌ ‌ وہاں پریم کا ساغر چلتا ہے چل دل کی پیاس بجھا
وہاں دل کا غنچہ کھلتا ہے ہر رنگ میں موہن ملتا ہے ‌ ‌ چل شہر میں سنکھ بجا جوگی بازار میں دھونی

ان جنگلی چڑیوں باتوں سے مست جوگی کو بہلایا — جوگ بھائی جھینوں سے پھر اس پہ تیل گرایا
ہیں شہروں میں فل فور بہت در حرص ہوا کا زد بہت — بستے ہیں نگری میں جو بینہ ساجوں کی جا بکھایا
یہ شہروں میں سوزش نفسانی جنگل میں ہے جلوہ حیرانی — ہے نگری نگری کثرت کی یاں وحدت کا دریا
ہم جنگل کے پھل کھاتے ہیں چشموں سے پیاس بجھاتے ہیں — راجا کے نقارے جاتے ہیں رہا کی نہیں پروا یا
سر پہ آکاس کا منڈل ہے دھرتی پہ ہماری محفل ہے — دن کو سورج کی محفل ہے شب کو تاروں کی بھایا
جب جھوم کے یہاں گھن گرجے ہیں مستی کا رنگ جماتے ہیں — جھٹ طنبور بجاتے ہیں گاتی ہے ملار ہوا یا
یاں بھی ملک کا ڈھیر ہے تیرے سنگ میں سناتے ہیں — یاں رد بازیب دکھاتے ہیں پھل پھول و رنگ لگایا
ہے پیپا کا ہر دم دھیان مجھے اور یاد نہیں محلوں کی جس — سن چھوڑ اینٹ مکان تمھیں دیتے ہیں کبھی بچھڑا یا
حق شان کو ڈھیر میں لگاتے ہو تم کیوں دل سے بھلاتے ہو — مائی ہر پل لگاتے ہو تم بندہ حرص ہوا یا

دنیا دولت آنی جانی ہے یہ دنیا دم کی کہانی ہے
یہ عالم عالم فانی ہے باقی ہے ذات خدا یا

چودھری خوشی محمد خان ناظر از کشمیر

"گل سرخ"

کیا شوخ اور دلکش اے گل ہے رنگ تیرا — جس سے شگفتہ ہر دم رہتا ہے قلب میرا
خالق نے تجھکو رنگین جامہ عطا کیا ہے — بلبل کے خون میں یا تو نے اسے رنگا ہے
تو شاخ نخل میں ہے اور نخل باغ میں ہے — خوشبوی مست تیری لیکن دماغ میں ہے
کیا دلفریب صورت پیدا ہوئی ہے تیری — بلبل غریب اسی سے شیدا ہوئی ہے تیری
پہلے نثار ہونے کو گرد گھومتی ہے — آغوش میں ہے لے کر پھر تجھکو چومتی ہے
وہ عندلیب گلشن جو ہم نوا ہے میری — تو دلربا ہے اس کا دلدادہ ہے وہ تیری
شاخوں میں تجکو جھولا باد صبا جھلائے — پیڑوں میں تیری رنگت نظارے کو لبھائے
غنچہ رہے کہ گل ہو خوش تیری ہر ادا ہے — شیدا ہیں تجھپہ سب، تو کچھ ایسا خوشنما ہے
صورت سے تیری ظاہر قدرت ہوئی خدا کی — قدرت سے تیری ظاہر حکمت ہوئی خدا کی
غنچہ تھا پیشتر تو اب ہے گل شگفتہ — کھولا اسے ہوا نے جو راز تھا نہفتہ
باغوں میں تیری ہستی دل کو لبھا رہی ہے — شاخوں پہ تیری ہستی دل کو لبھا رہی ہے

رخسار تک بھی تیرے شدت کی دھوپ پہونچی — گلشن پہ تازگی پھر ہر گز نہیں رہے گی
بکھرے ہیں پتیاں بھی کرتی ہیں ذرق گلزن کا — کیسے کہے یہ اب کوئی عشرت کی گھڑی

ہے کیسی پیاری پیاری اسکی عجب خلقت — یہ اسکی شوخ رنگت یہ اس کی تیز نکہت
ہر پھول سے زیادہ ہر رونق چمن ہے — لو چھوڑتا ہے اسکو گلشن ترا وطن ہے

سلے گی گل یہاں سے نکلا تو دردناک ہوگا — گر ٹوٹ کے منتشر ہوا پامال ہے خاک ہوگا
جب تک رہا شگفتہ کچھ باغباں نہ بولا — ہے اس کا وقت آیا [illegible] دہن جو کھولا

نادان ہے کہ کھولا اپنے دہن کو تونے — خود ہی لیا ہے [illegible] کو تونے
اب بعد تیرے یہاں آئی کبھی نہ آفت — قفل دہن کو کھولا تو یہ ہوئی مصیبت

دست جفا کے گلچیں سے کیا بچے گا اب تو — گلشن میں یہاں کی رونق اے گل نہ رہے گا اب
صیاد اور گلچیں کہنے کو آئے بستر بیٹھے — وہ دل دکھا رہے ہیں ظالم یہ کسقدر ہیں

چھینے گی اب رقابت ہیں عندلیب گلشن — گھر باغباں کا جسدم تیرا اجڑے گا مسکن
بجلی فراق کی بلبل کی جان پر گرے گی — کرتی ہوئی فغاں یہ گلزار میں پھرے گی

اے عندلیب اے گل! تمکو چمن مبارک — جب تک نصیب میں ہو لطف وطن مبارک
سنا ہے تجھ قیامت، اے چمن شکست — نکلے اگر وطن سے تو ہر جگہ ہے ذلت

پھر تھی یہاں کی ابھی مثال سے کہ تو — بن کر حسین اپنے جی کا وبال ہے
گلچیں نے آخر تیرا وطن چھڑایا — تجھکو شجر سے توڑا تجھ سے چمن چھڑایا

اے گل طرب کیا اور گلستاں کی رونق! — چہرے پہ آئی خشکی، رنگت تری ہوئی زرد
اور کھرے رنگ ہیں کے سرخ گال جاتے — تیرے جگر میں کیا کیا چھید ہو گئے ہیں جا

ملک نے تیرے جب رشتہ کو جو توڑا — خستہ وہ تیرا تجھ سے نہ ساتھ چھوڑا
ڈالا ہے درد اس نے کس بیدلی سے تجھکو — تو ہو گیا تماشا اسکا اسی سے تجھ کو

اپنے آل پر تو اے گل جو غور کرتا — پھر دہر میں تو ہرگز قدم نہ دھرتا

دنیا کی طرح لیکن سب ہے تقدیر ہی
اپنا حکم حق کا ہے صرف تو بھی

محمد حسین نجمی لکھنوی

"صبح بہار"

یہ سہانا وقت یہ تڑکا رہے گا یادگار ۔۔۔ حسن پر جس کے کیا گردوں نے تاروں کو نثار
ہے شفق یا دادی قدرہ گوں میں لالہ زار ۔۔۔ ہے سحر یا سبزۂ تاراں آسماں میں آشکار
یہ سحر ہے یا کہ ہے رنگ رخ قدرت صبح ۔۔۔ یہ شفق ہے یا کہ ہے خون رگ ابر بہار
ہو گیا فیض سحر سے چہرۂ گردوں جگر ۔۔۔ نیلگی لطف ہوا سے کہکشاں پھولوں کا ہار
چادر سے نکلے ہیں یوسف یا کہ تارا صبح کا ۔۔۔ یا نگاریں زلیخا میں ہے در شاہوار
حور کا دست نگاریں ہے کہ برگ گل لطیف ۔۔۔ آرسی میں یا نظر آتا ہے یہ رنگ عذار
خوشۂ گندم ہے سنبل کف عذرا میں ہے ۔۔۔ گر رہے ہیں کیا قمر میں ہے زلف مشکبار
جھلکتی ہے بام گردوں پر کنہیا کی کرن ۔۔۔ کرتا ہے تیر شفا کی نظر طائر کو شکار
حور کا جلوہ دکھاتی ہے یہ صبح جانفزا ۔۔۔ جس کے گھونگھٹ سے سپیدہ سحر کا ہے نگار
قرص الشمس ہے اسکے زیر پا پھٹ چین کی ۔۔۔ نکلی ہے چادر سے آب زر کی یہ سیمیں عذار
چشمۂ خورشید میں غوطہ لگائے گی یہ ہیر ۔۔۔ گنبد نیلوفری پر ہوئی ہے قسم لیلٰی قرار
خیط ابیض نہیں دو ہاتھوں میں پیرا کے ۔۔۔ سیر کر آیا ہے جو دریا سے تا پیدا کنار
یا کرہ ہیں دونوں طنابیں خیمۂ افلاک کی ۔۔۔ یا یہ سمجھو ہے عنان ابلق لیل و نہار
یہ وہ ہے کہ تھی جسکی فلک کو آرزو ۔۔۔ مانند جگر خورشید کو تھا اس سحر کا انتظار

دولت بیدار ہر وقت ہاتھ آتی نہیں
لگی ہے خلوت میں یہ ایک ساعت مستعار

طلوع آفتاب

شاہد زریں پیرہن آیا نظر ساغر بکف ۔۔۔ نشہ سے ہیں لو کی بو چشم میگسار
ہاتھ میں ساغر قدم میں لغزش مستانہ ہو ۔۔۔ گر نسیم آئی تو پوری جھوم کر گلی بے اختیار
جھپکی جاتی ہے جو آنکھ لاکھ یہ چھپ رہی ۔۔۔ کیا نشے دو شیشہ کا پانی ابھی تک ہے خمار
وحشت مستی سے سماتا ہی نہیں جامہ میں آج ۔۔۔ ہو گئی آخر قبا کے زر فشاں سیتار تار

(سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی)

کلام اکبر الٰہ آبادی مخمس بر غزل شاہ ظفر دہلوی

بے کلی میرا دل کبھی ایسی تو نہ تھی ‌ ‌ تند موجِ لبِ ساحل کبھی ایسی تو نہ تھی
بے کلی حسرتِ قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی ‌ ‌ بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

کرتی ہے خلق کو لیلائے لبرٹی مفتون ‌ ‌ ہند کے دل کو لیا لیتا ہے دل کا مجنون
لاجیت بھی ہوئے شاید کہ اسیر و محزون ‌ ‌ اسے گویا کہ زندان میں بنا ہی مجنون
آئی آواز سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

پیشتر اس سے طبائع کے نہ تھے یہ پہلو ‌ ‌ کہیں انسان کی ہستی کہیں موجِ خوشبو
لے میں ہیں ماہ جبین و گل رو ‌ ‌ تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

رسالہ ہمجولی [illegible]

ہیرا اقبال

شاعر مشرق فلسفیت ادیب ... سر ... ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

نگاہِ پاک ازل سے جو کچھ یہی میں نے ‌ ‌ ہر ایک چیز میں دیکھا اُسے یقین میں نے
سوال دید میں اٹھتے ہے اے کلیم ایسی ‌ ‌ ہزار بار سنی ہے وہی نہیں میں نے
سنے ذرا کوئی غربت کی داستان مجھ سے ‌ ‌ بھلایا قصہ پیمان اولین میں نے
لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں ‌ ‌ پیا شعور کا جب جامِ آتشین میں نے
یہی حقیقتِ عالم کی جستجو مجھ کو ‌ ‌ دکھایا اوجِ خیالِ فلک نشین میں نے
ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا ‌ ‌ کیا قرار نہ زیرِ فلک کہین میں نے
نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی ‌ ‌ کبھی بتوں کو بنایا حرم نشین میں نے
کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا ‌ ‌ چھپایا نورِ ازل زیرِ آستین میں نے
کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں ‌ ‌ دیا جہاں کو کبھی جامِ آخرین میں نے
کبھی میں قتل ہوا کربلا کے میدان میں ‌ ‌ کبھی کسی کو ستم ... آفرین میں نے
کہا کسی نے فسانہ جو عرش و کرسی کا ‌ ‌ وہ ساعد لوح ... کیا یقین میں نے
سنایا ہند میں آ کر سرودِ ربانی ‌ ‌ پسند کی کبھی یونان کی سرزمین میں نے

جس نے ابھارا خلق کو طاعت کردگار پر
نقش اسی کا رہ گیا صفحۂ روزگار پر

شاہ وزیر کے تو نام دب گئے ہیں کیا تھا
اس کا نام انبیاء اب بھی ہے ہر دیار پر

"مبتلائے غم"

یہ صبح صبح کدھر کا نسیم ارادا ہے
بتا کون سا باغ آج تو نے تاکا ہے

بہار شام اودھ کی ہے سیر منظر
سمجھ گیا میں ترے چال سے یہ پیدا ہے

اگر یہ سچ ہے تو میں بھی سے دیکھ پر طرف
وہ راستہ ہے جو پورب کی سمت جاتا ہے

اگر ٹھیک نہ کبھی راہ تو سے گا تجھے
ادھر میں ایک چمن دل سا شگفتہ ہے

چھوٹی نہیں ہے وہ اک حور زلفی ہو گی
لگی نہیں ہے وہ باغ ارم کا تختہ ہے

وہاں پہ پہنچ کے ادب سے ذرا ٹھہر جانا
پکارنا پھر اسے پردے کے جھکا کر جانا ہے

کہ او فراق نصیبوں کے بھولنے والے
تجھے خبر نہیں دنیا میں ہو رہا کیا ہے

تجھے خبر نہیں کیا منتظر کی حالت ہے
تجھے خبر نہیں مر مر کے کون جیتا ہے

وہ "رام پور" جو ہے دور تک مشہور
میں کیا کہوں کہ وہاں میں نے کس کو دیکھا ہے

شکستہ حال سا ہے اک جوان عاشق تن
غریب ہجر فلک پیر کا ستایا ہے

جگر پہ کھائے ہوئے ہے کسی کے عشق کی چوٹ
جو حال دل کا ہے وہ آنکھ سے ٹپکتا ہے

نہ جانے کس نے کیا ہے اسے شہید ادا
نہ جانے کون سا قاتل ہے جس پہ مرتا ہے

خیال یار میں ڈوبا ہوا ہے آٹھ پہر
نہ اپنا ہوش نہ اسکو کسی کی پروا ہے

کبھی تو گرم ہیں نالے کبھی ہیں سرد آہیں
کبھی سکوت ہے ایسا کہ نقش سا ہوتا ہے

زبان حال سے کہتا ہے بے قرار ہوں میں
کبھی جگر پہ کبھی دل پہ ہاتھ رکھتا ہے

جہاں ادھر کا کوئی شخص ادھر کو جا نکلا
نگاہ شوق سے گھڑیوں اسے وہ تکتا ہے

جلیل کہتے ہیں اسکو اگرچہ ہے وہ ذلیل
خراب حال ہے پر آدمی وہ اچھا ہے

بہت ستاتی ہے جس وقت بے قراری دل
ادھر کو ہاتھ اٹھا کر یہ شعر پڑھتا ہے

"بیا بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم"
"بتنگ آمدہ ام چند انتظار کشم"

"نئی تہذیب"

ہے مشرق میں یہ مغرب کی شعاعیں کیسی
ابر اجالے میں اندھیرا نظر آتا ہے مجھے

وضع انگلش پہ مٹے جاتے ہیں کالے گورے
کچھ نرالا رنگ جہاں کا نظر آتا ہے مجھے

نہ وہ اگلے سے تکلف نہ وہ فرش زریں
گھر کا کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے مجھے

حقہ اور پان کی وہ رسم کہاں اگلی سی
میز پر سگرٹ و مینا نظر آتا ہے مجھے

کوٹ پتلون کو مرد ہوئی زینت پائے
اب بچھڑ کتا ہوا سایا نظر آتا ہے مجھے

جا بجا ہند میں کھلنے لگے لیڈیز کلب
راجہ اندر کا اکھاڑا نظر آتا ہے مجھے

سیر و تفریح کے ارمان ہیں اللہ اللہ
یہی ہر سمت تماشا نظر آتا ہے مجھے

جس کا سایا بھی فلک نے نہیں دیکھا تھا کبھی
آج اُس کا رخِ زیبا نظر آتا ہے مجھے

نئی تہذیب میں ہے پردہ دری بھی صفدر
ابھرا اٹھتا ہوا پردا نظر آتا ہے مجھے

(حضرت صفدر مرزا پوری)

کنوارپن

ادا و غمزہ و شوخی و عشوہ و انداز
نمودِ حسن جوانی اُبھار کا آغاز

نہ دل میں راز محبت، نہ رمز ناز و نیاز
حیا کے بس میں ہے مرغ شباب کی پرواز

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ حسن نور کا سانچہ وہ سادگی وہ جمال
وہ شرم اور وہ خجالت وہ ناک کی وہ چال

وہ بھولا پن وہ لڑکپن وہ کمسنی وہ جمال
سڈول جسم پہ وہ روپ ماہ وش، وہ جمال

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

شگفتہ دل مِس کمسن حسین لندن کی
کہ جس طرح کوئی گوری کنواری مدن کی

مزے سے لوٹ رہی ہے بہار گلشن کی
اُسے خبر نہیں نرگس کی چشم پرفن کی

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ بھوری آنکھیں وہ پلکیں وہ دیدۂ کبود
وہ تیکھی چتون وہ ناز بس وہ شوخیوں کی نمود

لڑی ہے آنکھ شرارت کی آنکھ سے بے سود کہ ہے حجاب کے بس میں نگاہ شرم آلود
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

جمال حسن میں اعجاز قدرتی کی بہار جواب برگ گل تر وہ پھول سے رخسار
شعاع حسن میں انوار مہر پر انوار نسیم صبح میں کیا دم کرے جو بوس و کنار
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

شعاع مہر سے رخشاں گل رنگ بال ادائیں ابر بہاری سے لطف خیز کمال
اداے چپوروں میں عیسیٰ نفس کی سادی چال وہ کنواری بھولی، برس بارہ تیرہ سن سال
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ نازنین سمن اندام خوبرو خوش جبین ہلال ابرو و بدر منیر جس کی جبین
کنواری عفت و عصمت کی پیاری پردہ نشین کہ ناز و حسن ہے کیا شے یہ جانتی ہی نہیں
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ ربط جوش جنون سے نہ عشق کا خلجان نہ دل میں شکوۂ فرقت نہ وصل کا ارمان
بہار حسن کی اوسکو خوشی نہ رنج خزان کنوار پن میں لقب قدرتی ہے بے پہچان
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ لب پہ شیون و فریاد ہے نہ آہ کا نام سنا نہیں کبھی کانوں سے اس نے چاہ کا نام
وہ جانتی نہیں کیا چیز ہے گناہ کا نام جھکاتی شرم سے گردن ہے سن کے بیاہ کا نام
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

تمیز کر نہیں سکتی وہ دوست دشمن کا سماں دکھاتی ہیں پلکیں نظر کو چلمن کا
اثر ہے چشم منور میں سحر پر فن کا شباب میں بھی رہا ہے مزاج بچپن کا
کنوار پنا بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ کوئی خضر ہے اوسکا نہ کوئی رہزن ہے لبھاتا عام کے دل اوسکا چلبلاپن ہے
شگفتگی پہ گل نونہال گلشن ہے یہ چشم نرگسی اوس میں حیا کا مسکن ہے
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

یہ گل وہ ہے جسے کرتی نہیں خزان پامال یہ نخل ہے ثمر آرزو سے مالا مال
یہ مال وہ ہے کہ دنیا کا مال ہے کیا مال یہ وہ زمانہ ہے دائم جسے عروج کمال

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

یہ شمع وہ ہے اٹھاتی ہے جسکے ناز نسیم — یہ موتی وہ ہے کہ صدقے ہے جس پہ دُر یتیم
یہ وہ بہار ہے جسکو خزاں کا خوف نہ بیم — یہ وہ ہے گلشن عفت کہ جس پہ لطف کریم
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

کچھ اسکے حسن میں وہ نیچرل لطافت ہے — کہ بول اٹھتا ہے دل کیا خدا کی قدرت ہے
کمر جو ہے بھی تو پتلی پر از نزاکت ہے — گہر کا سنگ پہ طرفہ بہار عصمت ہے
کنوار پنا بھی عجب سادگی کا عالم ہے

(رگھبر لکھنوی)

"حسرت وطن"

بس تمہاری چھوٹی سی یادگار رہے — غریب ہوں میں وطن میں مرا مزار رہے
جہاں تھا آہ لڑکپن کا میرا گھر آباد — [illegible]
ملے فراق وطن آہ! یہاں امید — غلط کہ رشتۂ نازک یہ استوار رہے
مرے ہے ساتھ میری آرزوئے حب وطن — مرے مزار کے پہلو میں اک مزار رہے
قفس میں میری تسلی کے واسطے صیاد — وطن کے پھولوں کا اک کنج خوشگوار رہے
چمن میں آہ میں وہ نقش نامرادی ہوں — ہزار بار گرا گل نہ ایک بار رہے
وہ پھول آہ جو ہو نازش بہار چمن — نظر میں بلبل و گلچیں کے چھپ کے خار رہے
رُلا رہا ہے مجھے سوز اشتیاق وطن — عجب نہیں ہے کہ آنسو ہر اک شرار رہے
دلاتا یاد وطن مجھ غریب کو ہر دم — کہ میری جان پہ نہ لے درد انتظار رہے
نسیم لیکے جو غربت میں آئی بوئے وطن — مشام شوق مرا نافۂ تتار رہے
چمن سے لا کے صبا پھول وہ چڑھا دینا — بس اتنا جو مرا تربت میں مزار رہے
دیار غیر میں کرنا نہ اے صبا برباد — وطن میں آنکھوں کا سرمہ مرا غبار رہے
دم اخیر ہے یاروں سے جا کے کہدو اجل — کہ بے کسی نہ مرے غم میں سوگوار رہے
یہ لوح گور غریباں پہ ثبت ہو مصرع
کہ ایسا کوئی وطن کا نہ جاں نثار رہے

(زمانہ)
(بالک رام شاد بجواڑہ)

"سارس کا جوڑا"

او بد نصیب سارس! جوڑا کہاں ہے تیرا — کیوں آہ! شام کو تو لیتا نہیں بسیرا
یہ دردناک چیخیں! تیری یہ گپ اندھیرا — کیوں اڑ کے کر رہا ہے تو آسمان کا پھیرا
پھرتا ہے کس گمان میں ہے تو کس کی جستجو میں
پھرتی ہے کس کی صورت یہ چشم آرزو میں

یہ کس کا کر رہا ہے غم بے قرار تجھ کو — پاتا ہوں آہ! ہر شب میں سوگوار تجھ کو
دلبر نہیں ہے اپنے کیوں اختیار تجھ کو — میں جانتا ہوں جس کا ہے انتظار تجھ کو
جوڑا بچھڑ گیا ہے او! غم نصیب تیرا
جنت بریں میں یعنی ہے اب حبیب تیرا

پھرتا ہے سر پٹکتا کیوں کوہسار میں تو؟ — بھرتا ہے ٹھنڈی سانسیں کیوں سبزہ زار میں تو؟
دلگیر آہ! کیوں ہے جوشِ بہار میں تو؟ — کیوں آہ! چیختا ہے جوشِ بہار میں تو؟
دنیا میں پھر ممکن ہے اب وصال اس کا
نادان! محو کر دے دل سے خیال اوس کا

کب تک صدائے پیہم یہ نالہ و فغاں کی — آخر ہے انتہا بھی تیرے غم نہاں کی
چھائی ہیں جگر پہ کب تک اندوہ جانستاں کی — فریاد آہ! اس سے اے ایک زار ناتواں کی
وہ تیری طرح ہوں اُف اُف! فرقت نصیب میں بھی
کھوئے ہوئے ہوں یعنی اپنا حبیب میں بھی"

جسطرح آہ! تجھ کو جوڑا ہے اپنا پیارا — مجھ کو بھی درد فرقت یونہیں نہیں گوارا
راتوں کو جسطرح تو پھرتا ہے مارا مارا — میں نے بھی چھان ڈالا یونہیں جہان سارا
باغ جہان میں لیکن اس گل کی بو نہ پائی
لہجہ جدا جدا تھا۔ وہ گفتگو نہ پائی

جسطرح لوٹتا ہے تو دیدہ بستان سے — ہوں بے قرار میں بھی یوں ہی غم نہاں سے
حسرت ٹپک رہی ہے دونوں کی داستاں سے — دونوں تھے یار دلبر رخصت ہوئے جہان سے
راہی ہوئے عدم کو دونوں کے یار جانی

چھیڑیں نہ ہم قصۂ غم تو ہجر کی کہانی

کب تک یہ سینہ کوبی، کب تک یہ جوش ماتم
کب تک یہ شور نالہ، کب تک یہ آہ پیہم
نظروں میں ہے کسی کا کب تک یہ آہ، عالم
چپ چاپ شام غم میں آ بیٹھے تو دو دم

دار المحن ہے دنیا، دونوں الم سے چھوٹیں
خوش خوش جہاں سے جائیں فرقت کے غم کو چھوڑیں

خلد بریں میں اپنے جوڑے سے جا ملے تو
اور پھر نصیب مجھ کو مہر نگار خوش خو
دونوں کے زیب بر ہوں، دو نوری پارچے
ہوں روضۂ جناں میں دونوں کے گرم پہلو

تو سبزہ زار میں ہو، میں کنج دل نشیں میں
حسرت نہ عیش دنیا کی ہو دل حزیں میں

(سرور جہان آبادی)

(نسیم سحری)

دلربا کتنا ہے انداز نسیم سحری
اس کی رفتار میں شوخی و شرارت ہے بھری
خوش خرامی پہ نہ ہو کبک دری کیوں صدقے
صحن گلشن میں دکھاتی ہے عجب عشوہ گری

رونق بزم گلستاں ہے اسی کے دم سے
ہے مناسب جو کہا جائے اسے سبز پری
اسی کمبخت نے توڑا ہے شگوفوں کا حجاب
گود گلچیں کی بھی پھولوں سے اسی نے ہے بھری
کس ڈھٹائی سے لیا بوسۂ رخسارۂ گل
باغباں سے نہ تو جھجکی نہ یہ بلبل سے ڈری
میٹھی نیندوں کے جو نشے میں ابھی تھے مدہوش
دور اول سے اسی بیباک نے کی بے خبری
نکہت گل یہ لیے پھرتی ہے کاندھے پہ نسیم
کہ اڑا لائی ہے گلفام کو یہ سبز پری
ہے یہ پر لطف نسیم اس سے چمن ہے شاداب
یہ جو آئی ہے تو دوڑ آئی ہے پھولوں میں تری
دل شکن ہے یہ کسی کی تو کسی کی دلدار
گل کھلاتی ہے بڑھاتی ہے چراغ سحری
لوریاں دیتی ہے پھولوں کے بڑھاتی ہے پلنگ
عمر بھر یہ ہی کیا کی ہے "نسیم سحری"
اس کے بے ساختہ پن سے گل و بلبل سیکھے
عادت جامہ دری خصلت شوریدہ سری

دن چڑھا، دھوپ نکل آئی جو پھولا ادھ کھلا
کہ یہ دنیا سے چلی باندھ کے رخت سفری

تیری اٹکھیلیاں پھولوں سے غضب کی ”اے نسیم“ دل وارفتہ کو بھاتی ہے تری عشوہ گری
چمن دہر میں آتا ہے پھر اِترا اِترا ای ”نسیم سحری“ تو ہے وہ سیاح جری
دیکھ وہ شبنم گل ہو گئی پانی، پانی تیرے جھونکوں نے زمیں کو ہے لٹیے ایسی تری
کیوں کسی کی یہ کرے نیند خراب اے محوی
کیوں جگائے کسی فتنے ”کو نسیم سحری“
(محمد حسین محوی لکھنوی)

کہاں میں جا کر رہوں؟

نجات ہو شورش جہاں سے کہاں میں جا کر رہوں؟ کہ مجھکو سکون حاصل کوئی گھڑی ہو
بچوں ضرر سے بچوں زیاں سے بری نگہ سے بری زباں سے
نہ دل ہرا بستیوں میں بہلے نہ سیر صحرا مجھے خوش آئے
نہ شاد میں بزم یار میں ہوں نہ دل شگفتہ بہار میں ہوں غرض عجب خلفشار میں ہوں
اگر رہوں دور جا کے بن میں شگفتہ پھولے پھلے چمن میں
تو یاد صرصر کی گل فشانی نہیں ہے دلبر کم از گرانی وہاں بھی مفقود شادمانی
وطن میں پابندیاں وطن کی نہیں کم از لذت اسیری
بنوں جیسے کوئی قیدی جو تال پر اپنی بیڑیوں کی تھرک رہا ہو وہ گت ہے میری
جو مال و دولت کما کے بھر لوں یہ ٹھان کر خوب چین کر لوں۔
تو کاہشوں سے کہاں مفر ہے کہ خلق مرنے کی منتظر ہے غرض یہ سودا بھی درد سر ہے
اگر کسی سے میں دل لگاؤں کسی حسین ”نازنین“ کو چاہوں
تو چاہنے کا ہے یہ نتیجہ کہ ایک سر اور صد ہزار سودا خراب خستہ ذلیل رسوا
کسی سے رکھوں اگر نہ مطلب تو کام دنیا کے بند ہیں سب
ملوں تو ملنا ہے کاوشوں میں کچھ اپنی کچھ اوسکی خواہشوں میں غرض کہ ہے جان کاہشوں میں
کوئی ہے بیکار مجھ سے شاکی کوئی ہے بے وجہ میرا بیری
سکوت میں اوسکی اور جرأت مقابلہ سخت ہے جہالت غرض کہ ہے ہر طرح مصیبت
یہ عرصۂ کارزار ہستی بساط ہے تازہ کشت و خوں کی

لڑوں تو دنیا مرے مقابل جو بھاگ نکلوں تو سب یہ بزدل غرض یہاں بھی سخت مشکل
ملازمت میں ہے یہ خرابی کہ میری عادت ہے صاف گوئی
مجھے خوشامد سے سخت نفرت وہاں ہے اسکی بڑی ضرورت غرض بسر کی نہیں ہے صورت
کہاں سے مجکو دوست ایسا جو ٹھیک ہو ہم خیال میرا
کہ مثل آئینہ جس کا باطن دکھا دے اوسکے مجھے محاسن نہیں تو ہے میل غیر ممکن
میں رہ کے دنیا میں ترک دنیا کروں یہ ممکن نہیں ہے حاشا
بفرض امکان جو جوگ لوں میں سہاگ کو چھوڑ سوگ لوں میں تو جان کو اور روگ لوں میں
میں کیا کروں تخت و چتر لیکر کہاں رہوں گا میں تاج لے کر؟
اسی جہان خراب میں؟ تو میں صاف کہتا ہوں یاد رکھیے مرا سلام ایسی زندگی کو
مرے لیے تنگ یہ زمیں ہے مرا ٹھکانا کہیں نہیں ہے
نہ دن کو باغ بہار میں ہے نہ شب کو آغوش یار میں ہے جو ہے تو کنج مزار میں ہے

(نادر علیخاں نادر کاکوروی)

"بلبلہ"

پھولا ہوا ہے کسلیے کیا بلبلہ میں ہے اللہ کون سی یہ ہوا بلبلہ میں ہے
اف کسقدر غرور بھرا بلبلہ میں ہے فرعون کیا یہ آکے چھپا بلبلہ میں ہے
کتنا ابھار، کتنی اکڑ، کیسی شان ہے
پانی کی ایک بوند میں کیا آن بان ہے
ہے آب و تاب خوب مگر یہ گہر نہیں ہے تاج یہ کسی کا مگر زیب سر نہیں
گنبد عجیب سا ہے مگر کوئی در نہیں سر میں ہوا ہے اسکے مگر یہ بشر نہیں
دم خم کے ساتھ بھی نہیں تلوار بلبلہ
پھر چیز کیا ہے ای اولی الابصار بلبلہ
یارب کسی کا آبلہ پا ہے یہ بلبلہ یا دل جلوں کے دل کا پھپھولا ہے بلبلہ
فوراً نہاں نظر سے یہ ہوتا ہے بلبلہ مجکو یقین ہے بیضۂ عنقا ہے بلبلہ
یہ بلبلا ہے یا کہ طلسم حیات ہے

خرام ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

حضرت اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

بیر بہوٹی

آہ او ننھے سے کیڑے کس قدر زیبا ہے تو — دشت میں اک سرخ پھولا سا گل رعنا ہو تو
صفحۂ ہستی پہ اک نقش تحیر زا ہے تو — شعلۂ رخسار حسن کی چھوٹی سی اک ضیا ہے تو
برق عالم سوز کی ننھی سی چمک سے کوئی
آتش یاقوت کی چھوٹی سی مشعل ہے کوئی
کچھ عجب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا — سرخ ڈورا ہے کسی چشم فسوں پرداز کا
قطرۂ مضطر ہے خون کشتگان ناز کا — قلب خوں گشتہ ہے مژگان کسی جانباز کا
یا شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمیں پر جلوہ گر
جام زریں میں ہے یا صہبائے احمر جلوہ گر
گل بداماں ہے شفق میں شعلۂ تیغ حسن — خون عاشق یا ٹپکا ہے گریبان حسن
یا عقیق سرخ کی چھوٹی سی ہے تمثیل حسن — نقش نیرنگ فسوں ہے یا کوئی تصویر حسن
جلوۂ گل ہے دکھاتے وادی پر خار میں
سرخ نگینہ ہے بہا ہے سبزۂ کہسار میں
محضر خون شہیداں ہے ترا داماں سرخ — یا ہے خون کشتگان عشق کا عنوان سرخ
یا کسی کے ناوک پر خوں کا ہے پیکان سرخ — اشک گلگوں یا ہے زیب نیزۂ مژگان سرخ
رنگ آمیزی ہے قدرت کی تری تصویر میں
اک دل آویزی ہے قدرت کی تری تحریر میں
حسن میں تیرے ہے لے ناز و ادا — خندق یا ہے حسیناں کی ادائے دلنشیں
جلوۂ رخ سے ترے گلگوں ہے داماں زمیں — بزم صحرا میں ہے تو جام شراب آتشیں
بادۂ گلگوں ترے چہرے سے پیالے میں ہے
عالم نیرنگ افسوں ترے پیمانے میں ہے

وادی پر خار میں اک شمع سوزاں ہے تو
دامن کہسار میں اک شعلۂ عریاں ہے تو
کشت زار حسن میں اک دانۂ مرجاں ہے تو
یا کسی گلگوں قبا کا گوشۂ داماں ہے تو
نازش صحرا کو تری شوخی رفتار ہے
دوڑتا ہے خون کا قطرہ سبزۂ کہسار پہ

گل بداماں ہے کوئی دوشیزۂ گلشن مگر
ہلکی ہلکی سرخ پھولوں کی ہے چادر دوش پہ
وقف رعنائی ہے یا کوئی عروس سیمبر
روئے زیبا پر ہے غازہ سرخ جوڑا زیب پہ
لوٹتا ہے کوئی بسمل سبزۂ بیگانہ پر
یا مئے گلگوں کا قطرہ ہے لب پیمانہ پر

جلوۂ گل ہے یہ رنگیں روئے زیبائے بہار
نازنیں ہے یا کوئی محو تماشائے بہار
یا مئے گلرنگ سے گلگوں ہے مینائے بہار
یا ہے اخترِ خون۔ داغ سویدائے بہار
سبزہ کہسار نے یا لعل اگلا ہے کوئی
چن رہی ہے پھول یا دوشیزۂ رعنا کوئی

سرور جہان آبادی

نگارستان الفت

۱۲۹۲

پیاری باتیں

اک نظر مہر کی ادھر ساقی
ماہرو آئینہ پیکر ساقی
مہرباں تشنہ لبوں پر ہو جا
دل کی لہروں کا سمندر ہو جا
کشتی مے نہ چلے میرے بغیر
میرے دریا ترے بیڑے کی خیر
کردے سرشار مجھے جی بھر کے
دے صراحی پہ صراحی بھر کے
گردش جام شتاب اے ساقی
دم آبے دم آبے ساقی
غرق کرتا ہے تلاطم مجھکو
آج اللہ کوئی تھام مجھکو
یہ بھی اک تشنہ ہی بیٹھا ہے ساقی
پیار کرتا ہے مخاطب ساقی

چھیڑ کے درد کے رلاتا ہے مجھے
غنچہ بن بن کے ہنساتا ہے مجھے

ہیں یہ کیا رنگ تمہارے محسن
شکستہ کیوں ہو میرے پیارے محسن

نہ وہ صورت نہ وہ سیرت تیری
یار کیا ہو گئی حالت تیری

اڑ گیا رنگ تیرا زرد ہو کر
بہہ گیا خون دل آنسو ہو کر

حیف حالت تیری کیا ہو گئی
ہائے صورت تیری مرجھائی ہوئی

لب پہ آئے ہوئے نالے پیہم
ڈبڈبائی ہوئیں آنکھیں ہر دم

چہرہ اترا ہوا حیرانی میں
عرق آیا ہوا پیشانی میں

زردی چھائی ہوئی رخسار پہ
سرسوں پھیلی ہوئی انگاروں پہ

مردنی چھائی ہے چہرا دیکھو
اپنی جاتی ہوئی دنیا دیکھو

چھپ گیا چاند ستارا ہو کر
اٹھ گیا آئینہ پارا ہو کر

ہر دم اک رنگ بدلتا کیوں ہے
شمع کی طرح سے جلتا کیوں ہے

یہ انگرکھے ترے گلکاری کے
جن کے کلیوں میں چھپے ہیں کانٹے

کامدانی کا پہننا چھوڑا
لٹ گیا تیرا شہانا جوڑا

رنگ اڑ اڑ کے بکھر جانے لگا
ناتوانی کو بھی غش آنے لگا

بند آنکھیں کئے روتے دیکھا
رات میں نے تجھے سوتے دیکھا

کس بلا کا تو ہوا ہے مجنوں
لیلیٰ کہتی ہے بلائیں لے لوں

کوہ پر جا کے اگر سر مارے
کوہکن بھی تجھے پتھر مارے

باتیں کرتے ہو کہ جلتے ہو
آپ ہی چھیڑ کے فرماتے ہو

کبھی ملتے ہو تو بیگانے سے
کبھی ہنستے ہو تو دیوانے سے

شہر کا سیر و تماشا چھوڑا
لٹ گیا تیرا شہانا جوڑا ہو

رکھ دئے موسم گل میں کیونکر
طاق نسیاں پہ سنہرے ساغر

آشنا گل کے نہ سوسن کے رہے
باغ میں تم تو خزاں بن کے رہے

بیٹھے جنگل میں نہ یکسو ہو کر
کاہے کو سوانگ بھرے آہو ہو کر

نجد میں ترا گلا ہوتا ہے
قیس لیلیٰ سے خفا ہوتا ہے

کسی بت نے تجھے حیران کیا
کسی کافر نے مسلمان کیا

بیٹھے بٹھلائے یہ سودا تجھکو ۔ کیا ہوا میرے کنہیا تجھکو
خون میں ڈوبی نگاہیں کیسی ۔ ہیں مری جان یہ آہیں کیسی
گر پڑے کیوں لیے میرے بسمل چتون ۔ یاد آئی کسی قاتل کی چتون
عشق گیسو نے یہ عقدہ کھولا ۔ سر پہ چڑھ کر ترے جادو بولا
جال پھیلائے ہیں شہر والے ۔ بال کھولے ہوئے گھونگر والے
جان لیتے ہیں نکھرنے والے ۔ تم سلامت رہو مرنے والے
دل لگا ہے تو پشیمانی کیوں ۔ جان کی فکر مرے جانی کیوں
آبرو کی تجھے پروا کب تک ۔ ننگ و ناموس کا کھٹکا کب تک
ہوش میں آؤ سمجھ والے ہو ۔ تم ارے بیٹے متوالے ہو
سو کہیں ایک زمانی آخر ۔ ہٹ گئی تیری جوانی آخر
چاندنی پچھلے پہر کی کب تک ۔ روشنی شمع سحر کی کب تک
دل ناشاد کو سمجھا لیں ہم ۔ مدعی یار نہ ہو بھولو ہم
جھوٹی کھا دو ہزار دن قسمیں ۔ پھینک دو دل جو نہیں بس میں
حال دشمن کا دگرگوں ہو جائے ۔ کیوں ترا دل مری جان بجھ جائے
تھام لے دل تجھے دلبر کی قسم ۔ سر اٹھا تجھکو میرے سر کی قسم
دوستانہ تجھے سمجھاتے ہیں ۔ نہیں سنتا ہے تو ہم جاتے ہیں
بس مجھے کہتے ہیں چل کر ساقی ۔ لے مرے ہاتھ سے ساغر ساقی
ہاتھ لینا مجھے غش آتا ہے ۔ دل کہیں اور لیے جاتا ہے
تری محفل کا یہی طور رہے ۔ دور شیشہ تک یہی دور رہے

محسن مرحوم کاکوروی

سبزۂ بیگانہ

او مست ناز رو نہ روند یہ قدم مجھے ۔ ظالم بنا نہ تختۂ مشق ستم مجھے
ٹھنڈی ہوائیں لینے دے بہ یہ عدم مجھے ۔ اتنا نہ کر اسیر عذاب الم مجھے

ٹھکرا نہ اسطرح کہ گیا وہ حزین ہوں میں
خود فرطِ انکسار سے فرشِ زمین ہوں میں

اے چرخ کاہ ہوں میں ذرا دیکھ بھال کر   افتادگانِ خاک کا بھی کچھ خیال کر
مستِ خرامِ ناز قدم رکھ سنبھال کر   مجھکو نہ تو خدا کیلئے پائمال کر

میرے لیے ہیں آفتِ جاں شوخیاں تری
ڈھاتی ہیں مجھ پہ قہر یہ اٹھکھیلیاں تری

مجھ زار و ناتواں پہ گراں بار تو نہ ہو   میں نیم جاں ہوں در پئے آزار تو نہ ہو
پامال ہوں میں اور خبردار تو نہ ہو   اتنا بھی محو شوخیِ رفتار تو نہ ہو

مجھ پر ستم نہ ڈھا کہیں یہ انداز چال کے
مست ہے شباب ذرا دیکھ بھال کے

اٹھلا کے چل نہ او ستم ایجاد خیر ہے   مجھ خانماں خراب سے کیا تجھکو بیر ہے
اچھا یہ لطفِ باغ ہے اچھی یہ سیر ہے   میرا سرِ نیاز ہے اور تیرا پیر ہے

آیا ہے باغ میں پئے گلگشتِ باغ تو
پژمردگی کا دے نہ مرے دل پہ داغ تو

مجھ پر ظلم و ستم ایجاد تو نہ کر   ٹھوکر سے میری خاک کو برباد تو نہ کر
مجھ سوختہ نصیب کو ناشاد تو نہ کر   پامال تھکا ہے بیداد تو نہ کر

یہ عشق جو رہے ستم انگیز کس لیے
کرتا ہے زباں پہ چھری تیز کس لیے

کیوں ناتواں پہ دستِ تعدی دراز ہے   بیدادگر ستم کا تجھے کیا مجاز ہے
کس بات پر غرور تجھے کینہ ساز ہے   کیا ہست و بود ہے تری جس پر یہ ناز ہے

ہستی ہی کیا جہاں میں تیرے بقا کی ہے
تو مشتِ خاک، شکلِ مجسم فنا کی ہے

سمجھا ہے تو کہ تجھکو بقائے دوام ہے   گویا تمام دہر کا تیرے ہی نام ہے
لیکن یہ بے خبر ترا سودائے خام ہے   آئی اجل تو آن میں قصہ تمام ہے

عقدہ کھلے گا زندگی بے ثبات کا

دم بھر میں ٹوٹ جائے گا رشتہ حیات کا

بے جا ہے ناز ہستی موہوم پر تجھے / درپیش ایک دن ہے عدم کا سفر تجھے
[illegible] کا خوف بھی ہے [illegible] تجھے / آخر مآل کار یہی ہے نظر تجھے
زنجیر ہستی ہے گلے میں پڑی ہوئی
پھر وقت موت ہے ترے سر پہ کھڑی ہوئی

نازاں نہ ہو تو زندگی مستعار پر / تکیہ ہمیشہ ہے ہستی ناپائیدار پر
بار گراں گناہ کا نہ لے جسم زار پر / چلنا رہ عدم میں ہے خنجر کی دھار پر
منظور ہے جو خیر تجھے جان و مال کی
تقلید کر جہان میں میری مثال کی

وابستہ میں نہیں چمن روزگار سے / نا آشنا ہوں فکر خزان و بہار سے
دل بستگی ہے گل سے نہ کانٹا ہے خار سے / آئینہ وار صاف ہوں گرد و غبار سے
ہم جان گل ہوں نہ شگفتہ ہوا ہوں میں
باغ جہاں میں سبزۂ بیگانہ ہو رہا ہوں میں

کب یہ خیال تھا ترے وہم و گمان میں / دو حرف میں نے ڈال دیے تیرے کان میں
پورا اتر تا جائے اگر امتحان میں / تو بھی مری طرح سے بسر کر جہان میں
نیرنگ روزگار کا شائق نہ ہو کبھی
غافل! اسیر دام علائق نہ ہو کبھی

جور و ستم نہ توڑ کسی ناتوان پر / بے فائدہ عذاب نہ لے اپنی جان پر
دار فنا میں بھول نہ تو عز و شان پر / اے مشت خاک اُڑ کے نہ چل آسمان پر
اتنا ہوا میں پھر نہ جوانی کے جوش سے
ہستی بہت ابھی رہا نہ گزر عقل و ہوش سے

دل دے نہ تو کسی کو جہان خراب میں / ہو کر اسیر زلف نہ پڑ پیچ و تاب میں
جان حزیں نہ مفت پھنسا تو عذاب میں / گم کردہ ہوش ہو نہ تماشائے خواب میں
ہشیار ہے تو دہر میں دیوانہ بن کے رہ
باغ جہاں میں سبزۂ بیگانہ بن کے رہ

برق دہلوی (کمال)

ترانۂ لا ادریہ

تلاش اوس کی ہے جسکا نشان نہیں معلوم ہے شوق سجدہ مگر آستان نہیں معلوم

ہوائے شوق ہے پائے غبار آلودہ کہاں کہاں ہے بھٹکتا یہاں نہیں معلوم

فلک پہ ہے جو نمود شفق برنگ شہاب یہ گل فشاں ہے کہ ہے خونفشاں نہیں معلوم

قزح باین ہمہ رنگینیٔ جمال بھلا خمیدہ کیوں ہے بشکل کمان نہیں معلوم

کہاں سے آئے ہیں یہ ہوسہ و جماد و نبات؟ کدھر سے نکلی ہے یہ کہکشان نہیں معلوم

یہ ارتقاء تجلی آفتاب ہے کیا فلک بھی کیوں ہے برنگ دخان نہیں معلوم

تلاطم کشش عالم وجود ہے کیا ہے کیوں یہ سرد و خلا بیکران نہیں معلوم

طلسم خانۂ عالم کی ابتدا کو نہ پوچھ ہیں نشان خرام زمان نہیں معلوم

فریب مدعیان فسانہ ساز نہ کھا بشر کو راز زمان و مکان نہیں معلوم

وفور شوق سے پیدا ہے راہ گم شدگی کہاں بھٹکتا ہے میرا کاروان نہیں معلوم

سحاب پارے بھی کس کے جگر کے پارے ہیں ہے کس سے تازگی گلستان نہیں معلوم

یہ جوئبار سرود خم ہوا ہے کیا بھرا اُسپہ سبیلِ سیل خزان نہیں معلوم

قبائے لالہ و دامن گل میں آگ لگی ہے جلال کس کا تھا آتش فشان نہیں معلوم

فریب خوردہ شادابی گلستان ہوں اگر ہے ساختۂ آسمان نہیں معلوم

ہر ایک تار نفس میں شرار آتش ہے لگی ہے کیوں یہ ہمیں آتش بجان نہیں معلوم

جو ہم غریب ہیں اوس لایزال کے پتلے تو کیوں عدم ہو ہمارا مکان نہیں معلوم

عبث تھی شاہد اسرار کی تلاش ہمیں ق جب آپ ہی کو خود اپنا نشان نہیں معلوم

خبر ہے اتنی کہ پھر سر اوٹھا سکے نہ کبھی یہ درد دل پہ تھا کتنا گران نہیں معلوم

ترے کلام میں غالب کی شان ہے فطرت
کہاں سے آئی یہ طرز بیان نہیں معلوم

تفضل حسین فطرت کلکتہ

قطعہ حکیمت لکھنوی

کبھی تھا ناز زمانہ کو اپنے ہند پہ بھی پر اب عروج وہ علم و کمال و فن میں نہیں

وہی ہیں گل وہی بلبل وہی نسیم و صبا — وہی چمن ہے پہ وہ باغبان چمن میں نہیں
وہی ہے بزم وہی شمع ہے وہی فانوس — فدائے بزم وہ پروانے انجمن میں نہیں
نفاق و جہل نے ہندوستان کو لوٹ لیا — بجز نفاق کے اب خاک بھی وطن میں نہیں

بے رنگ آنکھ کو محسوس اور دماغ کو بو ہے
وہ شے جو اصل میں گل ہے کہیں چمن میں نہیں

پنڈت برج نرائن چکبست بی۔ اے لکھنوی

(ادیب)

ہندوستان کی حسین لڑکی

اور

اوسکی ہنسی

دل کو لبھا رہا ہے انداز اس ہنسی کا — پیش نظر ہے نقشہ کھلتی ہوئی کلی کا
یہ دانت صاف اوسکے یہ ہونٹھ لال اوسکے — دو نیم رنگ گل ہیں چہرے پہ گال اوسکے
قدرت نے ان لبوں کو کیا لال کر دیا ہے — دو حرف کھوکے گویا شجرت بھر دیا ہے
چمکے وہ دانت اوسکے رنگین دہن میں دیکھو — ہیرون کی کان نکلی یاقوت یمن میں دیکھو

دونوں لبوں کو دیکھو رخ دیکھکر دہن میں — جو بڑا یہ لال کہکر رہتا ہے جو چمن میں
اپنی ہنسی کی شاید اسکو خبر نہیں ہے — کیا پھول کھل رہے ہیں اسپر نظر نہیں ہے
واقف نہیں کہ کتنا زیبا ہے حسن اس پر — واقف نہیں کہ اُسنے بجلی گرائی کس پر
خود حسن کو سمجھتی تو شرم اسکو آتی — ہونٹوں کو بند کرتی دانتوں کو یہ چھپاتی

گالوں میں پڑ گئی ہے کچھ کچھ شکن ابھی سے — چمکا ہے حسن فطرت اس حسن عارضی سے
دانتوں کے نور سے دل وارفتہ ہے ہنسی پر — کیسے جلا ہنسی نے اس حسن قدرتی پر
چشمہ میں منہ کو دھونا اور بار بار ہنسنا — کیا لطف دے رہا ہے بے اختیار ہنسنا
پانی میں دیکھتی ہے رخ اپنا پیارا پیارا — خوش کر رہا ہے شاید اسکو بھی یہ نظارا

جنبش میں عکس رخ کو ہنس ہنس کے دیکھتی ہو
لہروں سے کھیلنے کا شاید سبب یہی ہے

منھ دھو رہی ہو جس جا ہیں مچھلیاں اسی جا
شاید ہنسا رہا ہو نظارہ مچھلیوں کا

آئینہ ہے ندی اس دم پاس اسکے آ رہی ہے
دانتوں کو مانجھ کرکے پانی میں دیکھتی ہے

پانی میں صورت اپنی اس نے جو دیکھ پائی
سمجھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی

واقف نہیں کہ ہے یہ اپنا ہی عکس پیدا
یہ راز ہو نہ یارب اس پر کبھی ہویدا

سمجھے گی عکس اپنا تو جھینپ جائیگی یہ
ہنس ہنس کے بھولے پن سے پھر منھ چڑھائیگی یہ

ملنے سے ان کے شاید کچھ لطف آ رہا ہو
غنچوں کا گدگدانا اسکو ہنسا رہا ہو

پھولوں بھری شاخ گل کو کرنے میں کھینچ لیا ہے
کانٹے نے چھپکے شاید اسکو ہنسا دیا ہے

چڑیوں کو دیکھ کر یہ ہنستی ہے کس ادا سے
خوش کر رہی ہیں چڑیاں آواز نغمہ زا سے

پانی میں گر پڑی ہی یہ پھر ہنسی نہ چھوڑی
اٹھتے ہی پھول اٹھایا اور اوڑھنی نچوڑی

نازک ہیں ہاتھ اسکے پانی نچوڑ سکے کیا
کاش اوڑھنی یہ دیتی اور میں نچوڑ دیتا

چھلکا رہی ہے دیکھو ہنس ہنس کے بال اپنے
آنچل سے پونچھتی ہے ہر بار گال اپنے

آنچل تو خود ہی تر ہے گال اس سے خشک کیونکر
دھوپ اور دھول سے پانی ہو جلد جذب یارب!

کیا کھلکھلا رہی ہے اسکی ہنسی تو دیکھو
رخ پہ لٹیں پڑی ہیں وارستگی تو دیکھو

قدرت کا ہر کرشمہ اسکو ہنسا رہا ہے
اک کھیل نکلے اسکی نظروں میں آ رہا ہے

ظاہر ہے بھولے پن سے قدرت کی کارسازی
خوبی کو ناز اس پر خود اسکو بے نیازی

کیا لطف ہو جو یہ لب باتوں سے آشنا ہوں
گر اب بھی خوش ادا ہیں تب کیسے خوش ادا ہوں

چھیڑوں میں اسکو لیکن جھینپے تو منھ چڑھائے
چل دے تو لطف میرا حسرت کا داغ کھائے

غم سے کبھی نہ یارب اسکی ہنسی ہو زائل
رکھے لڑکپن اس کا اسکو ہنسی پہ مائل

یہ گل رہے شگفتہ یوں ہی ہنسی کے مارے
بچ دہن سے یوں ہی چمکا کریں ستارے

حاصل نہ ہو ہنسی سے دانتوں کو روسیاہی
باتوں کا رنگ ان پر دوڑے نیا الٰہی

کیا چیز ہے لڑکپن پروا نہیں کسی کی
اے شوق عمر طفلی ہے جان زندگی کی!

احمد علی شوق لکھنوی

اداۓ شرم

یہ نگاہ شرمگیں یہ تیرا انداز حجاب　　نیچی نظریں ہیں تری یا عقدۂ راز حجاب
لب ہیں یہ جاں بخش یا آنکھوں میں ہے اعجاز حجاب　　دوش پر آنچل ہے یا ہے پردۂ ساز حجاب

اک حیا آلودگی کی کھنچی ہوئی تصویر ہے
جلوۂ حسن تماشا سوز کی تنویر ہے

کہہ رہی ہے جھکی جھکی تیری چشم سرمگیں　　پیکر عفت ہے تو اے نقش ناز دلنشیں
یا زمیں پر جلوہ گر ہے خلد کی اک حور عیں　　یا کوئی دوشیزۂ رعنا ہے تو اے نازنیں

کتنے دلکش اور سادہ ہیں ترے جذبات حسن
تیری خو میں ہی نہیں داخل ہیں مصنوعات حسن

تو ہے اے آشنا ذوق خود آرائی نہیں　　دوش بر دوش تجھ سے ناز یکتائی نہیں
خود تماشا ہے مگر تو بھی تماشائی نہیں　　[illegible] کو تیری شان برنائی نہیں

اک عجب دلکش مرقع زیر قدرت کا ہے
نقش سادہ اک طلسم جلوۂ غیرت کا ہے

بھولی بھولی آف یہ صورت پیاری پیاری ادا　　آہ یہ شرمیلی چتون اور یہ آنکھوں کی حیا
یہ خم گردن کا عالم اور یہ زلف دوتا　　یہ لب شیریں یہ انداز سکوت جانفزا

نقش عفت ہے مگر تو پردۂ تصویر میں
جلوۂ نور ازل ہے حسن عالمگیر میں

یہ تری عالم فریبی یہ ترا سامان حسن　　بکھرے بکھرے بال اور سمٹا ہوا دامان حسن
عفت و شرم و حیا و ناز ہیں ارکان حسن　　ہیں انہیں دو چار اجزا سے ہی قائم شان حسن

حاجت گلگونہ کیا رخسار زیبا کے لیے
ذوق تزئین ننگ ہے زلف چلیپا کے لیے

عشوہ جو تری نگہ سے لے [illegible] نہیں　　سرمہ ایسے جو ڈھکے جو آنکھوں میں سما جاتا نہیں
جس سے اک عالم پریشاں ہو وہ گیسو ہیں نہیں　　بن کے خنجر دل پہ چل جائیں یہ وہ ابرو نہیں

یہ نہیں وہ تیر مژگاں جس سے ہوں بسمل جگر

ٹھہر گیا جان میں جوبن جا میں آخر کو نہ تیر

ابھی نظروں میں تری بیگانہ وانداز نیاز — اور عیاں آنکھوں سے ہے معصومیت تیری بلا

کتنی دلکش ہے تری اک اک ادائے دلربا — ہے پنکھڑی پھولوں کی مانند تری انگڑائیاں

کھل کے ہنسنا بھی نہیں تو نے سیکھا ابھی

غنچہ ہے تیرے لب پہ شاید پھولنا ابھی

سرور جہان آبادی

ایک غریب الوطن کا پیام

اے انیس دردمنداں اے ہوا خواہ چمن — اے نسیم صبح اے دلدادۂ اہل وطن

آئی کس جوش مسرت سے اڑی جاتی ہے تو — کس کو یہ انداز معشوقانہ دکھلاتی ہے تو

کہہ رہی ہیں یہ تری اٹکھیلیاں یہ ولولے — لوٹنے جاتی ہے تو صبح بنارس کے مزے

گر یہ سچ ہے تو مری سن لے ٹھہر جا ایک دم — اے پری دیتا ہوں میں تجھ کو سلیماں کی قسم

چھیڑ کچھ تجھ سے نہیں منظور بس اتنا ہے کام — اک گرفتار محبت کا لیے جا یہ پیام

جس سے میں چھوٹا ہوں جس کا دل ہے رنج و محن — راستے ہی میں ملے گا تجھ کو وہ غنچہ دہن

بھولی بھولی اس کی صورت پیاری پیاری ہر ادا — حسن میں اس کے ابھی آتی ہے نظر شان خدا

جلوۂ حسن قیامت خیز عالمگیر ہے — سادگی کا اک مرقع نور کی تصویر ہے

خوگر شرم و حیا ہے وہ مہ حسن و جمال — سن نہ لے کوئی ذرا اس کا رہے تجھ کو خیال

یہ کہے دیتا ہوں میں تجھ سے وہ ہے پردہ نشیں — میری قسمت سے جو تنہائی میں مل جائے کہیں

پہلے تو جانا ادب کے ساتھ اس کے روبرو — پھر یہ چپکے چپکے کہنا اے نسیم صبح تو

میرے پیارے میرے ہمدم میرے ہمراز حبیب — ہے جو تجھ سے دور اک فرقت زدہ غربت نصیب

مل گیا تھا مجھ کو وہ آوارۂ دشت سرگشتہ آج — بعد تسلیم اس نے پوچھا ہے کہ کیسا ہے مزاج

یوں دعائیں دے رہا تھا ہاتھ اٹھا کر وہ تجھے — اے نہال حسن تو رہ باغ میں پھولے پھلے

اور کچھ کہتا مگر اس طرح تھا وہ دردمند — نام لیتے ہی ترا بس ہو گئے لب اس کے بند

منہ کو آتا ہے کلیجا اس کی حالت دیکھ کر — راہ چلتے بھی ترس کھاتے ہیں صورت دیکھ کر

ہر گھڑی تھا افسردہ دل ہر وقت مرجھایا ہوا — بیکسی کا ایک عالم تھا کہ ہے چھایا ہوا

گرم نالے ہیں کبھی لب پر کبھی آہیں ہیں سرد
تھام لیتا ہے کلیجا دل میں جب ہوتا ہے درد

یاد جب آتے ہیں اوسکو لطف بزم عیش کے
آسماں سے رو کے کرتا ہے قسمت کے گلے

ہائے یہ رات اور یہ موسم یہ فضا برسات کی
یہ غضب کی رات یہ کالی گھٹا برسات کی

ایک تو فکر معاش اور اسپہ تنہائی کا غم
کیا غضب ہے بیکسی میں بھی ستم پہ ہے ستم

ہائے وہ دن رات وہ صحبتوں کے مشغلے
ہائے وہ صحن چمن وہ گلرخوں کے جمگھٹے

وہ ادا وہ ناز وہ انداز وہ حسن بیان
دل میں اوسکے کس غضب کی لے رہی ہیں چٹکیاں

مسکرا کر اک سراپا ناز کا عذر جفا
اک بت غارتگر دیں کا وہ پیمان وفا

یاد ہے کہنا کسی کا پیار سے اے مہرباں
آج رہ جا تیرے صدقے صفدر جادو بیاں

اب کہاں وہ صورتیں ہیں اب کہاں وہ سبزہ زار
اب تو ہے چاروں طرف سے ناامیدی آشکار

اب کہاں وہ صحبتیں ہیں اب کہاں لطف چمن
بھولے بیٹھے ہیں اسے کمبخت یاران وطن

دفعۃً جاتا رہا وہ نشۂ جوش شباب
اب تو وہ ہے اور ہے اسکا دل خانہ خراب

اک نہیں درد فرقت اسپہ یاد دوستاں
یاس و حرماں کی عنایت ہے جو ہیں کچھ مہرباں

منہ چھپائے چپکے اسکے اب روتا ہے
یاد جب آتی ہیں یہ باتیں تو ہی گھبراتا ہے وہ

بیکسی غربت کی اک رونے کو اب یار وطن ہے
اور اک یاد وطن صفدر کے غمخواروں میں ہے

نتیجۂ صفدر مرزاپوری

یاد شباب

ہائے وہ صحن چمن وہ گلرخوں کے جمگھٹے
وہ جوانی جس کو کہتے ہیں دوانی ہوشیار

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں بھینی بھینی وہ مہک
کالی کالی وہ گھٹائیں ہلکی ہلکی وہ پھوار

وہ گلوں کے قہقہے وہ بلبلوں کے چہچہے
وہ گل و سنبل کا عالم وہ فضائے سبزہ زار

روئے جاناں کا وہ جلوہ چاندنی کا وہ سماں
زلف خوش خم کا وہ خم وہ چشم میگوں کا خمار

شوخ چشمک رہزن صبر و شکیب و ہوش و تاب
تیکھی چتون دشمن جان و دل و ضبط و قرار

وہ ادائے انکی ناز آفرینی دمبدم
وہ نگاہ شرم کا جھکنا حیا سے بار بار

وہ نگاہ شوخ جس سے فتنۂ محشر خجل
وہ خرام ناز جس سے خود قیامت شرمسار

وہ لب جو وہ لب پیمانہ وہ لیمائے درست
وہ ہجوم اشتیاق حسرت بوس و کنار

وہ گلے شکوے وہ پیمان وفا وہ چھیڑ چھاڑ
وہ مرے ملنے سے ہنس ہنس کر وہ انکار

وہ طرب افزا اشعار مطرب آہنگ دف لے
وہ نشاط انگیز دور ساغر وصل نگار

وہ سہانی رات وہ خلوت کدہ وہ جلوے
وہ رنگین وہ امنگیں وہ مرادیں بے شمار

وہ ہم آغوشی کی لذت وہ شکر خواب وصال
تازگی بخش مشام جان وہ زلف مشکبار

وہ دم رخصت دل بیتاب کی بیتابیاں
جاتے جاتے وہ کسی کا شرم سے قول و قرار

اب کہاں وہ صحبتیں وہ لطف عہد شباب
اب تو ہے چاروں طرف سے صبح پیری آشکار

اب کہاں وہ حسرت دیدار کا دل میں ہجوم
اب کہاں وہ رات دن جوش جنوں سر پہ سوار

اب کہاں وہ اعتبار ضبط وہ آہ جذب دل
اب کہاں وہ اعتماد نالۂ بے اختیار

اب کہاں الفت کے وہ نیرنگ جن کے بس میں تھے
آہ سوزاں برق افگن چشم گریاں دجلہ بار

اب تو ہے فصل بہاراں میری آنکھوں میں خزاں
اب تو گلہائے چمن میری نگاہوں میں ہیں خار

خواب ہے بھولا ہوا اب تو لطف زندگی
بے مزا سا اب تو افسانہ ہے ہو کر وصل یار

اب تو فرقت میں مزا بیخود نہ لذت وصل میں
اب تو وعدے کی تمنا ہے نہ رنج انتظار

اب تو بس باقی ہے اتنا دل لگی کا مشغلہ
اب تو بس اک سہرا ہے اپنی زیست کا دارومدار

جستجوئے عہد رفتہ اور چشم خوں چکاں
ماتم عمر گزشتہ اور دست رعشہ دار

(بیخود بدایونی)

"فضائے برشگال"

بنا کے حسن کی دیوی عروس فطرت کو
سجا دیا ہے گلوں نے فضا کی وسعت کو

نکیلی کلیوں کا رس چوس چوس کر بھونرے
لبوں سے گھورتے ہیں شہد کی حلاوت کو

ہر اک شجر میں نئی کونپلیں نکل آئیں
سجا رہا ہے ہر اک پھول اپنی خلوت کو

فروغ ابر سیہ کا ہے اس طرح جیسے
لبھا رہا ہو کسی کم ظرف کی محبت کو

زمین پہ جھوم کے برستا ہے ابر یوں جیسے
سخی جھکے کوئی وقت کرم سخاوت کو

گیاہ سبز میں راہیں نہاں ہیں یوں جیسے
چھپا لے ابر گنہ آفتاب عصمت کو

نمایاں ہے گھر سے یوں صاف جس طرح دل میں — جگہ نہ دے کوئی اہلِ صفا کدورت کو
رواں ہیں یوں وہ صحرا میں اس طرح آگے — کہ طے کرے کوئی سالک رہِ حقیقت کو
زمیں کو سبزۂ صحرا سے یوں ہے آرائش — کسی غنی کی ہو جیسے فروغِ دولت کو
گھٹا میں شب کی چمکتے ہیں اس طرح جگنو — سجائیں جیسے چراغاں سے بزمِ عشرت کو
دکھائی دیتے ہیں اب ستم زدہ سرخاب — کسی ندی کے کناروں پہ شامِ فرقت کو
نکل کے دشت سے یوں بادِ شمال کے جھونکے — اڑائے پھرتے ہیں گردوں پہ ابرِ رحمت کو

کہ خاندان میں جس طرح ناخلف اولاد
لٹائے اپنے بزرگوں کی مال و دولت کو

نثار میرٹھی

"گھر سے نکل کے دیکھو"

اے اہلِ ہند تم کو دولت بلا رہی ہے — دولت بلا رہی ہے، قسمت بلا رہی ہے
صنعت بلا رہی ہے، حرفت بلا رہی ہے — عزت بلا رہی ہے، شہرت بلا رہی ہے
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

آئے اگر نہ چلنا آبِ رواں سے سیکھو — آبِ رواں سے سیکھو، بادِ رواں سے سیکھو
گردش اگر نہ آئے کچھ آسماں سے سیکھو — اٹھنا اگر نہ جانو میری فغاں سے سیکھو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

دلکش ہیں دل کی خوشیاں پر یہ بھی دل کب تک — دیوار و در پہ اپنے قائم نگاہ کب تک
ایسی خوشی سے ہوگا آخر نباہ کب تک — کب تک خیالِ حشمت، حُبِّ جاہ کب تک
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

علم و ہنر کا چرچا دنیا میں ہو رہا ہے — صنعت کا بول بالا دنیا میں ہو رہا ہے
سائنس کا تماشا دنیا میں ہو رہا ہے — دیکھو ذرا کہ کیا کیا دنیا میں ہو رہا ہے
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

جاپان ہو کے آؤ، یورپ میں پھیل جاؤ — امریکہ جا کے گھومو، افریقہ جا بساؤ

کچھ اوروں کو جا سکھاؤ کچھ اُن سے سیکھ آؤ — علم و ہنر کی دولت دنیا سے کھینچ لاؤ
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

ہے کیا مزا سفر میں گھر سے نکل کے دیکھو — کیا لطف ہے ظفر میں گھر سے نکل کے دیکھو
تم کیوں پڑے ہو گھر میں گھر سے نکل کے دیکھو — کیا کیا ہے بحر و بر میں گھر سے نکل کے دیکھو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

کنج وطن کو چھوڑو دیکھو فضائے عالم — دلکش ہیں، دلکشا ہیں نظارہ ہائے عالم
اُٹھو، اُٹھاؤ بستر کھاؤ ہوائے عالم — دیکھو بہار تازہ تم کو دکھائے عالم
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

ملکوں کی دوڑ میں اک اے ہند رہ گیا تو — تجھ سے نکل گئے ہیں کتنے ہی چھوٹے پہلو
عالم میں ہے رواروی، قوموں میں ہے تگاپو — دنیا میں ہے چلا چل، اک ہمہمہ ہے ہر سو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

پیغام لا رہی ہے بادِ صبا سنو تو! — کس کو پکارتی ہے کہتی ہے کیا سنو تو
مغرب سے آ رہی ہے کس کی صدا سنو تو — کوئی وطن کا شیدا ہے کہہ رہا سنو تو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

(تلوک چند محروم)

"چشمۂ وطن"

جاری رہیگا یوں ہی تیرا اے وطن کے چشمے — انداز خوش خرامی ہرگز یہ کم نہ ہوں گے
اے ہم گسارِ طفلی لیکن یہ غم ہے مجھکو — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

گزرے گا سبزہ زاروں میں کھیلتا ہوا تو — موجیں ہیں تیرے دلکش کیا پیچ و خم نہ ہوں گے
یوں ہی رواں رہے گا تو سبزہ زاروں میں — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

ملتی رہیں گی یوں ہی پھولوں کی تیرے بیلیں — جھونکے نسیم کے یہ کیا صبحدم نہ ہوں گے
تیرا کریں گے یوں ہی مرغابیوں کے جھرمٹ — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہوں گے

کھلا کرینگی مجھ سے صبح کی کرنیں — کیا غضب کر جائیگی کے سامان ہم نہ ہونگے
یونہی پیا کرے گی تیری وطن کے پیچھے — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

سرور جہان آبادی

دل بیقرار سو جا!

کسی مست ناز کا ہے عبث انتظار سو جا — کہ گزر گئی شب آدھی دل بے قرار سو جا
یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سرد جھونکے — تجھے دے رہے ہیں لوری مرے غمگسار سو جا
یہ تری صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے — مرے پردہ دار سو جا مرے رازدار سو جا!!
مجھے جس نے رولایا ہے ترا وہ ستم شعار پیارا — ترے غم میں آہ اک میں ہوں اشکبار سو جا
ابھی دہان پان سے تو نہیں عاشقی کے قابل — یہ تپش کا آہ! شیوہ نہ کر اختیار سو جا
ترا سینہ میں پالا تجھے گود میں اٹھاؤں — تجھے سینے سے لگاؤں تجھے کر لوں پیار سو جا
تجھے جن کا ہے تصور ارے مست خواب ہوگا — انھیں انکھڑیوں کے صدقے مری یادگار سو جا

تجھے پہلا سابقہ ہے شب غم بڑی بلا ہے
کہیں مر مٹے نہ ظالم" دل بے قرار سو جا"

(سرور جہان آبادی)

"آغاز محبت"

یاد ہیں وہ سارے عیش فراغت کے مزے — دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے
وہ سراپا ناز تھا، بیگانۂ رسم جفا — اور مجھے حاصل تھے لطف بے نہایت کے مزے
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے — اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
میری جانب سے نگاہ شوق کی گستاخیاں — یار کی جانب سے آغاز شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ حسن الفت کی نرالی شوخیاں — التماس عذر و تمہید شکایت کے مزے
شوق عرض آرزو کے وہ نرالے ولولے — فکر مضمونہائے عنوان کنایت کے مزے
جلوہ ہستی فزائے دلبر باکی لذتیں — بیخودی ہائے دل مخمور حیرت کے مزے

یاد ہیں وہ آرزوہائے لقائے یار میں
کشمکش ہائے شب تاریک ہجراں کے مزے

یاد ہیں وہ انتظار نامۂ محبوب میں
بیقراری ہائے ناکام طبیعت کے مزے

صحتیں لاکھوں مری بیماری غم پر نثار
جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

وہ زمانہ بھی غرض کیا تھا زمانہ لطف کا
دل کو جب حاصل تھے سارے عیش و عشرت کے مزے

لیک حسرت اس تغافل کیش کی بیداد سے
ہوئے سب محو دلوں سے وہ محبت کے مزے

(حسرت موہانی)

"انجام محبت"

مجھ سے پوچھے کوئی انجام محبت کے مزے
بادۂ حرماں کی لذت جام حسرت کے مزے

مجھ پہ احسان کر گئی وعدہ فراموشی تری
بیوفائی نے ہی دکھلائے شہادت کے مزے

کوہکن بھی داستاں کو میری سن کر بول اٹھے
کاہے کو چکھے تھے میں نے یہ مصیبت کے مزے

گو سراب آرزو تھا تیرا پیمان وفا
پہلے دھوکے میں بھی ہیں حقیقت کے مزے

آہ! امید حصول مرہم مقصود میں
لوٹے ہیں کیا کیا مرے دل نے جراحت کے مزے

واقف درد محبت کا تن آساں کو کیا
جانتے ہیں اہل ہمت ہی مصیبت کے مزے

بحر الفت میں تھا طوفان شدائد کا خطر
سب بھلا دیتے تھے پر امید و راحت کے مزے

بے وفا یار ستم پیشہ اگر نکلا تو کیا
کم نہیں راہ وفا میں استقامت کے مزے

فغان دل

کہاں گئی وہ جنوں خیزئ جامہ دری
نہ تھی خرد کو بھی جس پر مجال بخیہ گری

چلا جو فلسفۂ مغرب اور نیا سائنس
نہ حکمت عملی ہے نہ حکمت نظری

خزاں کے آتے ہی لٹا دیا گلشن پر
نہ گل کھلے، نہ پھل آئے، رہی نہ شاخ ہری

ہماری صنعت و حرفت کو پوچھتا ہے کون؟
مشین اور کلوں نے سکھائی بے ہنری

بنایا ہم نے تغافل کو جب شعار اپنا
ہوئی نصیب فلاکت، یہ آدمی کی بے خبری

جہاں میں غیر ہیں ہشیار اور ہم غافل — یہ کیا کہ نیند تغافل کی آج تک نہ بھری
نہیں نفاق و تعصب کی عادتیں اچھی — کہ اپنی قوم کی ہوتی ہے اس سے پردہ دری
کسی کی طرز ترقی سے لیں سبق ہم بھی — کہ مقتضی نہیں غفلت کی فطرت بشری
ہوئی ہے عیش پرستی میں عقل بھی زائل — نہ کھوئی بات ہی پہچانتے ہیں ہم نہ کھری
ہماری قوم تو ہر قوم سے رہی آگے — مگر عروج کے مانع ہے اب شکستہ پری
ضرور سعی سے ممکن ہے صنعت یورپ — نہ ان کے فعل کو سمجھیں محال و در دسری
یہ وقت ہے کہ کریں دور اپنی نادانی — سب ہے شہر ہند بھی یورپ کی صنعتوں سے بھری
فنون اور ہنر سیکھ کر بنیں ذی ہوش — دکھائیں ہمت مردانہ بن کے مرد جری
سنا رہا ہے زمانہ ہمیں یہ خوش آواز — کہ اب ذرا بھی مناسب نہیں ہے بے خبری
معلم و مال یہ کس کام آئے گا آخر — نہ کی یگانہ و بیگانہ کی جو چارہ گری
بہت ضرور ہے ہم کو اطاعت آقا — پسند اہل خرد کو نہیں ہے خیرہ سری
ضرور چاہیے دنیا میں فکر عقبےٰ بھی — نہیں ہے جائے اقامت یہ منزل سفری
بنا تھا خون جگر سے ہمارا آب زلال — ہزار حیف کہ اس نے دکھائی بے اثری

بتوں کے عشق سے باز آؤ ورنہ اے محوی
مآل کار ہے افسوس اور نوحہ گری

"محمد حسین محوی لکھنوی"

جنگل کی برسات

یہ نظر فریب منظر — یہ فضائے برشکالی — یہ نسیم روح پرور — یہ گھٹائیں کالی کالی
لب جو برسنے والی
یہ بہار سبزہ و گل — یہ ادائے سرو و ریحان — یہ صدائے بانگ بلبل — یہ طیور زمزمہ خوان
یہ ہرے بھرے خیابان
یہ گلوں کی جامہ زیبی — یہ قبائے سرخ و گلگوں — یہ چمن کی دلفریبی — یہ فضائے کوہ و ہامون
یہ بہار رنگ افسوں
یہ پپیہے کی صدائیں — یہ ترانہ ہائے قمری — یہ خنک خنک ہوائیں — یہ نسیم بھینی بھینی

یہ پھوار ٹھنڈی ٹھنڈی

چمکنے والے جگنو یہ سوادِ شب کا عالم یہ گھٹا کے گھیرے گیسو یہ خروشِ رعد پیہم

یہ نمودِ برق ہر دم

کہیں مینہ کے ہیں چھالے کہیں ابر تو گرج رہے ہیں بادل کہیں بہہ رہے ہیں نالے کہیں روپہلے ہیں جنگل

کہیں کوکتی ہے کوئل

کہیں قمریوں کی کوکو کہیں مور کی صدائیں کہیں پپیہے پی پی آہ کہیں چر رہی ہیں گائیں

کبھی اٹھتی ہیں گھٹائیں

کہیں جگنوؤں کی قطاریں ہیں ہوائیں اونچی اونچی کہیں مینہ کی پھواریں سب چمن ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی

کہیں بہہ رہی ہے کشتی

کبھی برق کا تبسم کبھی رعد ہے خروشاں کبھی موجوں کا تلاطم کبھی جوش ہے پر طوفان

کبھی سیلِ ابرِ باراں

کبھی قوس ہے نمایاں یہ ہزار دلربائی کبھی آفتاب تاباں کبھی تیرگی ہے چھائی

کہ گھٹا ہے گھر کے آئی

کبھی جھینگروں کے نغمے کبھی مینڈکوں کی ٹرٹر کبھی کوکتے ہیں پپیہے کبھی مرغ ہے نوا گر

کہ سرود خواں ہے تیتر

[illegible] پھوٹے ہیں چشمے [illegible] ہیں نمایاں [illegible] تو ہرا ہوا ہے میدان

ہے زمین کا سبز داماں

چٹک رہی ہیں کلیاں تو لہک رہا ہے سبزہ جو ہوا ہے [illegible] تو مہک رہا ہے صحرا

کہ یہ رت ہے روح افزا

سرور بخش موسم یہ ہجوم رنج و غربت یہ مسافرت کا عالم یہ غم و درد فرقت

ہے وطن کی یاد آفت

جلا وطن مسافر جو میانِ دشت صحرا ہے [illegible] آخر کہ لپٹے ہوئے ہیں دریا

[illegible]

([illegible])

"طفلِ ابر"

(پہاڑ کے ایک منظر کو دیکھکر)

وہ دیکھو! کوہ کے پہلو سے طفلِ ابر اٹھا — وہ سامنے ہی جہاں پیڑ ہے یوکلپٹس کا
وہ بھاپ سا۔ وہ دھواں سا۔ وہ ملگجا سا ابر — وہ ننھا منا۔ بگولا سا۔ وہ ذرا سا ابر
وہ پیارا پیارا سا۔ وہ دلربا سا دیکھو تو — نہ دیکھا ہوگا کبھی یہ تماشا دیکھو تو

اہا! کھڈ میں سے اور اک غبار سا نکلا — ہوا کے گھوڑے پہ بادل سوار سا نکلا
وہ پھیلا۔ اور وہ سرکا۔ بڑا چلا گیا خوب — نہ جانے کے دونوں نے ٹیلا چھپا لیا کیا خوب
اندھیرا ہو گیا اب دھند کا بادل ہے — نہاں نظر سے ہوئے کھیت سبزہ جنگل ہے

وہ دیودار کے جنگل وہ دلفریب منظر — بنی ہوئی تھی جو سب کی سیر کا زیور
نظر فریب جو تھیں پھول تتلیاں ہی تو — وہ سب دھندلکے میں بادل کے چھپ گئیں دیکھو
وہ آسمان کا حسن نظر فریب چھپا — فرازِ کوہ۔ کھڈوں کا جو تھا نشیب چھپا
وہ دلفریب سماں سب نظر سے اوجھل ہے — زمین سے تا بفلک اب تو صرف بادل ہے

لو بھیگی بھیگی ہوا آئی مینہ برسنے لگا — لو بوندوں کا سرِ کہسار پہ بندھا سہرا
لو کھڑکیوں پہ پہاڑوں کی چلمنیں چھوٹیں — لو وہ پہاڑ سے پتھر گرے سلیں ٹوٹیں
لو پانی سانپ کے مانند کوہ سے اترا — وہ کھڈ کی سمت چلا بے تحاشا لہراتا
اچھلتا۔ کودتا۔ رکتا ہوا چلا آتا — سمٹتا۔ پھیلتا۔ جھکتا ہوا چلا آتا

بدلتا رنگ کھڈوں میں مچاتا شور گھسا — چمکتا۔ گرتا۔ سنبھلتا۔ دکھاتا زور گھسا
نکھر رہے ہیں شجر اور حجر دلہن کی طرح — پہاڑ پہ ہے بہار آج گل چمن کی طرح
عروج روح کو حاصل ہے لطف منظر سے — یہ طفلِ ابر کبھی یوں ہی بڑھے برسے

(آبشار)

کچھ بتلا کہ او صحرا کے مسافر آبشار
کھو کر یوں کہاں آیا ہے کس جا چلا ہے بیقرار

کیوں سراسیمہ ہے کیوں لیے پھرتی بے حالی ہے
کھل گئی تنگ چشم تر کی طرح کیوں پامال ہے

کس کے غم میں ہائے تو گھل گھل کے پانی ہوگیا
حال دل کہیے راز نہانی ہوگیا

زندگی کیوں تیری وقف رہ گرانی ہوئی
تیری ہستی نازش صد بحر بے پایاں ہوئی

کس قیامت کا ہو تیرے نالے میں اثر
چاک سینہ ہر زمیں پائی ہے پتھر کا جگر

کیوں کبھی بہلو سکوں دل کو تیرے ہوتا نہیں
ہاتھ اس پہ ہر وقت گر رونے سے کیوں ہوتا نہیں

تیرے دامن میں ہے دلکش سبزہ و گل کی بہار
میٹھی میٹھی بولیاں اور بلبلاں کو پیار

دشت میں جا بسا چمن ہر سو ہیں تیری فیض کا
ذات تیری بہر صحرا ادعیہ شادابی ہوئی

چشمہ حیوان ہے تو تشنہ دامان کیلئے
اور ہے رشک مسیحا افسردہ جانوں کیلئے

اپنا جلوہ دیکھتے ہیں تجھ میں ماہ و آفتاب
آنکھیں پریوں کی ہیں روشن وہ ہیں تیری آب و تاب

طفلان نور کی آنکھیں بھی ہیں خاک پہ
یہ موسم ہے ان کی نظر بازی کی اب افلاک پہ

سیل جو تیرا ہے وہ جبیں جبیں حور ہے
تجھ کو سب حاصل ہے پھر تو کسلئے رنجور ہے

ہائے کیوں تجھ سے گرا ہے سر کو بار بار
خاک پر تو لوٹ کر کیوں ہو رہا ہے بیقرار

رات دن تجھکو تلاش بحر الفت تو نہیں
تو بھی میری طرح قید محبت تو نہیں

تو کہاں یہ جستجوی بحر بے پایاں کہاں
دشت پیمائی بقدر جوشش ارماں کہاں

آرزو مندی وصل بحر ناپیدا کنار
این خیال است و محال است و جنون ای آبشار

پائی دامانزہ میں کچھ ای دوست ہمت چاہئیے
سر میں سودا چاہئیے دل میں محبت چاہئیے

یوں تلاش یار میں حیران و سرگرداں ہیں
رات دن تقدیر کے چکر میں ہو غلطاں ہیں

ہوگیا شوریدگان عشق میں تیرا شمار
گوہر مقصود کا ملنا رہا اب در کنار

سوچ لے اب شکل کوئی پار اترنے کیلئے
چلو بھر پانی ہے کافی ڈوب مرنے کیلئے

محمد سیف الدین شباب (مخزن)

(کلی کی بے کلی)

نسیم نے مجھے آ کے گدگدایا ہے
ابھی سے میرے بدن پر تبسم آیا ہے

ہر ایک رگ میں [illegible]
مرے [illegible]

[illegible]
کلی [illegible]

[illegible] رنگ نادانی
شگفتگی مری ہو جائے گی پریشانی

نصیب ہوگا [illegible]
کہلا [illegible] گل میرا انتشار ہونا

[illegible] نہ چھوڑیگا
وہ سلسلہ [illegible]

مری [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] ہو گی
[illegible]

[illegible]
[illegible] گیا

[illegible]
مرے [illegible] بیک چھوڑیگا

[illegible] ہی کیک ہو
بہار حسن کی رنگ شباب [illegible]

[illegible] رنگ [illegible] میرا
[illegible] ہو برباد [illegible] میرا

[illegible] جہاں [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
یہ [illegible] ہے [illegible]

[illegible] کا لالچ ہے

[illegible] سخت بری چیز شوق [illegible] ہے

منشی احمد علی شوق لکھنوی

سواد شام

سکوت شام کا عالم ہے کیا نشاط افزا
کہ دن ابھی ابھی سایہ میں جس کے سو چکا

نیا لباس، نئی وضع ہے نئی سج دھج
عروس دہر نے بدلا ہے پھر نیا جوڑا

زمین پاک کے جو گوشوں کا [illegible] رنگ
شفق میں ڈوب کے سورج [illegible] چھپا

[illegible] کی [illegible] ہے [illegible]
کہ [illegible] مغرب میں آگ کا [illegible]

[illegible]
کسی کے رخ پہ پریشان جیسے زلف دوتا

[illegible] کے [illegible]
کہ جیسے زینت محفل ہو کوئی ماہ لقا

سواد شام کا منظر بھی ہے عجب دلکش
چمک رہے ہیں ستارے [illegible] بھی چھا

نشیمنوں میں [illegible]
کہاں [illegible] نہیں [illegible] نغمہ سرا

[illegible]
نہ فاختے کی ہو کو نہ قمریوں کی صدا

کبوتروں کی غٹرغوں کی اب کہاں آواز
ہوئی جو شام تو بستی سے اڑ چلا کوا

کسی ندی کے کنارے [illegible]
مقام [illegible] جوڑا

[illegible] سڑکوں پہ [illegible]
جو تیز تر تھی چلتی - وہ تھم گئی ہے ہوا

[illegible] خوش خوش
[illegible] وہ مسافر جو [illegible] چھپا

فضائے لالہ و گل - جلوۂ بہار شفق
یہ وقت بھی ہے عجب کہ وہ انبساط افزا

گلوں میں ہے کسی گلگوں قبا کی رعنائی
پری وشوں کی ہے سبزے میں دلفریب ادا

ہے اک روش پہ کھڑی محویت سے دیکھ رہی
فضائے باغ کو ان آنکھوں سے نرگس شہلا

چمن میں [illegible]
حسین ہے جیسے طرحدار کوئی البیلا

چٹک رہی ہیں [illegible] کی باغ میں کلیاں
[illegible] کوئی چھیڑا

[illegible] سبزہ [illegible]
نسیم پھولوں کے دامن [illegible] چھوا

چمن میں [illegible]
اکھاڑا پریوں کا یا آسمان سے اترا

کسی کا رنگین ہے آنچل کسی کا [illegible] سرخ
چمن میں دیکھنے قابل ہے گلرخوں کی ادا

بہار نقش قدم گل کھلا رہی ہے عجب
کہ سرخ سرخ ہے رنگ حنائے ناخن پا

وہ چھپا گلوں کی [illegible] وہ گھنگھریالی [illegible]
[illegible] کا وہ سینہ [illegible] ابھار

شباب کی بھی ادائیں عجیب ہیں مستانہ
مسل رہی دل عشاق کو ہے لغزش پا

بہار جوش جوانی ہے دیکھنے قابل
اڑائے پھرتی ہے دل کو پریوشوں کی قبا

قریب وعدۂ شب آ گیا ہے اے اختر
ابھی سے دل ہے کسی کا دھڑک رہا [illegible]

نواب [illegible] بہادر [illegible] اعظم [illegible]

حیرت کیا ہے زبان نسواں سے جو ادا ہو گیا | کچھ بات نہیں جو گفتگو آ کے کر دیا
دو بوند قطرے ہیں نون کے گویا ہیں جدا | تکرار کی بنیاد ازل ہی سے پڑی

(تنویر المشرق)

رباعی شوق لکھنوی

امید کا سودا نہ خلش بیم کی ہے | حاصل دولت رضا و تسلیم کی ہے
میں ہوں اے شوق مالک ہفت اندام | شاہنشاہی یہ ہفت اقلیم کی ہے

رات اور شاعر

ایک دل آویز مکالمہ

رات:-

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشان | خاموش صورت گل مانند بو پریشان
تاروں کے موتیوں کا شاید ہے جوہری تو | مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تو
یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہوا ہے؟ | رفعت کو چھوڑ کر جو بستی میں جا بسا ہے!
خاموش ہو گئے ہیں تار رباب ہستی | ہے میرے آئینے میں تصویر خواب ہستی
دریا کی تہ میں چشم گرداب سو گئی ہے | ساحل سے لگ کے موج بیتاب سو گئی ہے

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تو کیوں کر مرے فسوں سے

شاعر:-

میں تری چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں | چھپ کے انسانوں سے مانند سحر روتا ہوں
دل کی شورش میں نکلتے ہوئے گھبراتے ہیں | عزلت شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں

مجھ میں فرہاد و مجنوں ہے سناؤں کس کو — تپش شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو
بدلی کا رنگ رے سینے میں چھپی اک قیامت ہے — دیکھنے والی ہے چھا گئی کہ سنتے ہو
منصف شمع جلائے ہوئے ہے محفل میری — آہ! اے رات تری کا دور ہے منزل میری
عہد حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اسکو — ہے نقصان کا احساس نہیں ہوا جسکو
ضبط پیغام محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

ڈاکٹر اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا
(پنجاب ریویو)

احباب وطن سے خطاب

اے وطن والو تمہیں کیف محبت کی قسم — لطف صحبت کی قسم جوش مسرت کی قسم
عیش و راحت کی قسم جذبہ الفت کی قسم — اپنی رخصت کی قسم اور میری حسرت کی قسم
سچ بتانا کبھی ہم بھی تمھیں یاد آتے ہیں
جھوٹ ہی کہدو کہ ہاں آتے ہیں یاد آتے ہیں

نہ سہی بزم میں تنہائی میں چپکے چپکے — نہ سہی دن میں کبھی رات کو لیٹے لیٹے
نہ سہی جان کے یونہی کبھی بھولے بھٹکے — نہ سہی بیٹھ کے تھنڈا اجی چلتے پھرتے
یاد کر لیتے تو کچھ باعث تضحیک نہ تھا
کچھ تو خاطر میری کرتے کہ میں نزدیک نہ تھا

ایک بھولے سے اگر یاد کبھی ہچکی آتی — کچھ سمجھ کر یونہی ہم کرتے تسلی اپنی
بیقراری دل مضطر نہیں اچھی اتنی — یاد کرتے نہ اگر تجھکو تو ہچکی کیسی
ہے مگر سب یہ اسی وقت کہ ان دھیان بھی ہو
جانے دو دھیان کو کم بخت کا امکان بھی ہو

بزم کے ہم بھی تمھارے ہی کبھی تھے اک عضو — اب یہ کیا بات ہوئی دل سے جو یوں کر دیا محو
اب بھی معلوم ہو گر تھا یہ تمھارا اک سہو — اپنے پیاروں کیلئے مجھکو گراں ہو کیا عفو
کیسے یاد رہو مگر یہ کہ نہ بھولے گئے ہیں

[illegible]

[illegible] تھا ۔ ہم ہیں اور [illegible]

[illegible] ۔ ہم [illegible] حیرت میں [illegible]

یاد احباب بھی آتے ہوئے گھبراتی ہے

اس بھی اپنا ساتھ دیکے جدا ہوتی ہے

کیا تھا ستم [illegible] ہائے ناحق آہ ۔ اور تکرار پہ کچھ [illegible] اس کی ہے واہ

ہم [illegible] بھی کچھ بیان کر دو واہ واہ ۔ کیا محبت ہے یہی درد بھی سبحان اللہ

آنکھ کے سامنے سب [illegible]

بس کیا ہو گئے ہم یادوں کی اب [illegible] ہے

[illegible] کوئی [illegible] میں ہم [illegible] کوئی اپنا

[illegible] ۔ اس سے بہتر [illegible] اک [illegible]

[illegible]

[illegible] کیا [illegible]

مقیم حیدرآباد [illegible] گڑھی

[illegible]

کلام اکبر

بہت ہی [illegible] ۔ کہ ہر طرح کے سوا [illegible] میں اصول بھی ہے

چھپا ہے کھولے دروازہ عدالت کو ۔ کہ [illegible] اسکی [illegible] بھی ہے

نگاہ [illegible] سے ۔ تمہاری [illegible] بھی ہے

[illegible] ۔ کہ شیخ [illegible] اور قدم رسول بھی ہے

[illegible] ۔ کہ [illegible] ہے قابل [illegible] بھی ہے

[illegible] ۔ اگر ہو دل میں [illegible] عظمت رسول بھی ہے

[illegible] ۔ جو الناس [illegible] وہ قبول بھی ہے

طرح طرح کے بنالو لباس رنگارنگ ۔ علاوہ روئی کے ریشم بھی اور وول بھی ہے

چمک رنگ کی ہر چمن میں ہر طرف پھیلی — کہ گل کو خوب ہے [illegible] بھی ہے
ابھی ہر [illegible] بیاں [illegible] — کہ جس کو دیکھ کے [illegible] ہے
شگفتہ [illegible] کے لیے — نظر نواز ہے [illegible] چمن پھول بھی ہے
جب آئی تحسین [illegible] آ کر
تمہیں کیا ہے [illegible]

[illegible]

ماریاسمین

آ کیجیے نگاہوں مجھ کو ماریاسمین — ہیں کیسی گیسو کے خم تجھ میں [illegible]
یہ قیامت کے شکن [illegible] پیچ و خم — آہ کس کا فدا ہی تو ہے [illegible]
ہے تیرے حسن سے دل [illegible] — قیس [illegible] آہ تو ہے لیلی [illegible]
آہ ظالم [illegible] — دل کو [illegible] تیری نگاہ [illegible]
مجھ کو [illegible] ہے آہ تیرے [illegible] — میں سمجھا ہوں کہ ہے تیری زبان [illegible]
شب [illegible] — [illegible] گھر سے نکلے جیسے [illegible]
گیسوؤں میں جیسے سنبل [illegible] — [illegible]
چمن [illegible] — جیسے [illegible] سوال [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] آہ [illegible] — مجھ کو [illegible]
تجھ سے میرے گیسوؤں [illegible] — میری [illegible]

[illegible] سمجھا ہوں تجھے

[illegible] گیسوؤں والا [illegible] ہے تجھے

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

یاد ان میں نہ تھا جو ... کے تیر عشق — ابھی زلف ان کی بیٹھ چڑھا گیا دن دل میں کرنا
جب نظر آئے کبھی گیسو میں تیرے پیچ و خم — مجھ پہ ظالم کھل گیا دل کی گرفتاری کا راز
ہوں اسیر زلف ہاتھوں پہ کہلاؤں اچھے — میں نہیں ہوں شیوہ رسم وفا سے بے نیاز
میری نظروں میں ہیں دونوں ماہ گیسو آ ایک — دے نہ دھوکا آہ مجھ کو تو نگاہ امتیاز
ٹوٹ بھی جا اے طلسم دام ہستی ٹوٹ جا — اٹھ کبھی جا آنکھوں سے تو اے پردہ عشق مجاز
دوست و دشمن میں رہے باقی نہ تا مجھ کو تمیز — کھینچ دے تصویر یکرنگی دل آئینہ ساز

مت سمجھ کر تا کسی کافر کی زلف عنبریں
آستیں میں اپنی پالا ان مجھ کو سانپ نے

(سرور جہان آبادی)

کلام اکبر

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

ختم شد!

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) جے۔ ایس۔ سنت سنگھ تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور
(۲) محمد ایوب صاحب بلیلے ہاؤس بمبئی نمبر ۷
(۳) مبارک اللہ صاحب تاجر کتب سندر پٹی نمبر ۹۹

فہرست کتب مفت

فاتح یورپ یا مسٹر نپولین کانن ڈایل کا ترجمہ فاتح اعظم نپولین بونا پارٹ کی تحیر خیز کامیابی کا راز اس کی شخصی زندگی کے رنگین اور دلچسپ واقعات اور دنیا کی تاریخ کے حیرت انگیز تذکرے ملکہ جوزفائن اور فرانس کے امیروں کی قلمی تصاویر دوشیزگی نوجوانوں کا عشق اور انتخابات عوام خطرناک سازشیں سرکاری جاسوس کی کارگذاریاں قیمت فی جلد ....

نیرنگ شباب یا یورپ کی دیوی مغربی معاشرت کا دلکش افسانہ صورت پرستوں کے لئے تازیانہ عبرت نفسیات کی روشنی میں جذبات انسانی کا مجموعہ ایک مشہور انگریزی ناول کی کہانی شباب کی تصویر ساحری کا جیتا جاگتا نمونہ افسانہ نہیں بلکہ عبرت و عبرت کا عالم یا ان [illegible] کئے گئے

عروس شہزادہ یا ایک [illegible] کے بعد ساتویں زندگی کی حاصل [illegible] یا سچ [illegible] کو دل دیا اور پریشان ہو اس حقیقی کا [illegible] دلہن ہارے اور پھر ناریب کی شہزادہ پالیں آخر میں عاشق نادت کی کامیابی رقیب اور حسد کی شکست نہایت پر اثر الفاظ میں تمام واقعات دکھائے گئے ہیں

مرقع ادیبہ ہندوستان کے انشا پردازوں اور محققین اساتذہ سخن کے دلچسپ اور پر اثر معلومات خطوط کا نایاب مجموعہ۔ قیمت ....

گنج یا گنبد لکھنؤ کی [illegible] ملکہ جہاں کے خزانہ کا راز، خاقان کی سلطنت کی تاریخ اور اہتدا یا فن قزاقی کے حیرت انگیز کارنامہ، سراغرسانی کا دلچسپ فلسفہ کی عیاریاں، کمسنی کے عشق کا رازدیاں لکھنؤ کی مشہور واقعوں کا دلکش نتیجہ ...

عروس فرغانہ یا شوخ گلنار مشہور فاضل مصری علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال (قاہرہ) کے تاریخی ادبی عشقیہ دلگداز مصری افسانے کا ترجمہ جس میں خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت کے پراسرار واقعات ۲۲۲ھ فدائیان ملک ایرانیوں کی حکومت فارس کو از سر نو قائم کرنے کی سرفروشانہ کوششیں مسلمانوں اور مجوسیوں کی حسین آشنائیاں ترکوں کا طرز معاشرت تمدن اخلاق جنگ عموریا کے حالات۔

مہادیو پرشاد تاجر کتب لکھنؤ